عرفانِ اولیاء

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

تلخیص و تحشیہ

مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

رابطہ: 021-32439799

نام کتاب	:	عرفانِ اولیاء
تالیف	:	شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی
تلخیص وتحشیہ	:	مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی
سن اشاعت	:	ربیع الثانی 1436ھ۔فروری 2016ء
سلسلۂ اشاعت نمبر	:	262
تعداد اشاعت	:	4200
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی،فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اللہ تعالیٰ سب کا خالق، سب کا مالک، ہر شئے پر قادر، فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد ہے، اس نے اپنے محبوب بندوں کو جو درجے، مرتبے، مقام، منزلت، قدرت، اختیارات، کمالات عطا فرمائے ہیں اس میں کسی کو اعتراض کی مجال نہیں، اُن محبوبین میں اولیاء کرام بھی ہیں کہ جن کی عظمت و رفعت کو خود قرآن کریم میں ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَO الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَO لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِO﴾ سے بیان کیا گیا ہے اور احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء اس پر شاہد عادل ہیں۔ جیسا کہ ان کے ساتھ دشمنی، عداوت، مخالفت سے روکنے کے لئے حدیث قدسی ہے کہ ’’مَنْ عَادَ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ‘‘ الحدیث۔ اور ان کی قدرت و اختیار کی طرف حدیث قدسی ’’فکنت سمعه الذی یسمع به‘‘ الحدیث۔ میں اشارہ موجود ہے۔

زیرنظر کتاب سادات اولیاءعظام سلسلۂ اشرفیہ کے ایک فرد شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کی تصنیف ہے جس میں عظمتِ اولیاء، ولی کے معنی، ولی کی پہچان، ولی کو خوف وغم نہ ہونے کی وجہ، قربِ الٰہی کا معنی اور قُرب کے حصول کا طریقہ، اولیاء کرام سے دشمنی اور اس کے انجام، ولی کو آزمانے کی سزا، کرامت اور جادو میں فرق، کراماتِ اولیاء، مرتبہ ولایت، عالم نزع میں ولی کی توجہ، اولیاء کرام کا تبلیغ دین میں کردار، تصرّف اولیاء اور علوم اولیاء وغیرہا عنونات کو بہت آسان اور اچھے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنّف کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) اس رسالہ کو مفید جانتے ہوئے اسے اپنے سلسلۂ

اشاعت کے ۲۶۲ ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور دین کی مزید خدمت کرنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

محمد مختار اشرفی

(مہتمم جامعۃ النور، جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان))

فہرست مضامین

☆ عرفانِ اولیاء 8
☆ عظمتِ اولیاء 8
☆ ولی کا معنی ومفہوم 9
☆ ولی کی پہچان 11
☆ کائنات میں خوف وغم کا ماحول 15
☆ خوف اورغم کا تعلق 17
☆ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ 19
☆ ولی کو خوف کیوں نہیں؟ 20
☆ کیا ہم خُدا سے قریب نہیں؟ 21
☆ اللہ کا قُرب کس طرح حاصل کریں؟ 24
☆ توبہ ومغفرت کا قانون 25
☆ رسول کی مؤمنین سے قربت 29
☆ رسول کے نائبین 30
☆ اولیاءاللہ سے ٹکرانے کا انجام 32
☆ ولی سے دشمنی رکھنا خُدا سے جنگ کرنا ہے 33
☆ ولی پر اعتراض 34
☆ ولی کو آزمانے کی سزا 36
☆ کرامت اور جادو کا مقابلہ 36
☆ بے ایمانوں کا کوئی ولی (مددگار) نہیں 39

☆ اولیاءکرام خُدائی طاقت کے مظہر ہیں 40
☆ کراماتِ اولیاء 47
☆ مرتبہ ولایت 48
☆ علماءکرام اور اولیاءعظام 49
☆ عالم نزع میں ولی اللہ کی توجہ 51
☆ اولیاءاللہ اور تبلیغِ اسلام 53
☆ تصرفِ اولیاء 54
☆ علومِ اولیاء 55
☆ اولیاءآنکھوں کے گُناہ دھلتے دیکھتے ہیں 55

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ   صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
مَنّ عَلَیْنَا رَبّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا   اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدًا
اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدًا   صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا
صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سید پکارے   تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک   یا رسول سلام علیک

(حضور مُحدّث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمُ

عرفانِ اولیاء

الحمد للہ الذی جعل الأفلاک و الأرضین و الصّلوۃ و السلام علی من کان نبیّاً و ادم بین المآء و الطین و علٰی آلہ و أصحابہ أجعمین۔ أما بعد فقد قال اللہ تعالی ﴿**اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَO اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَO لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِO**﴾ (یونس:۱۰/۶۳)

خبردار ہو جاؤ! یقیناً اولیاء اللہ (اللہ کے دوستوں) کو نہ کوئی خوف ہے نہ رنج و غم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (عمر بھر) پرہیز گاری کرتے رہے۔ انھیں کے لئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں۔

دل پہ دِلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے   اُن کی سرکار میں کچھ بھی نہیں نیت کے سوا
نگاہ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں   جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
ہمارے دین کی حقانیت کے دونوں شاہد ہیں   معین الدین اجمیری محی الدین جیلانی

عظمت اولیاء

ترجمہ سنتے ہی خیال یہ گذرا کہ بات اتنی سیدھی سی بتائی تھی اور اتنا چونکا دیا کہ خبردار، ہوشیار، انتباہ، آگاہ ہو جاؤ ﴿اَلَآ﴾ اور ﴿اِنَّ﴾ تاکید بھی فرمادی اور ہوشیار بھی کیا گیا کہ یہ ایسی ویسی بات نہیں ہے کہ توجہ اِدھر نہ ہو بلکہ پوری توجہ اور پورے ہوش و حواس سے ادھر سننے کے لئے تیار ہو جاؤ، اس کے سمجھنے کے لئے پورے طور سے آمادہ ہو جاؤ۔ اور جب اچھی طرح سے متوجہ کیا تو سمجھے کہ کوئی خاص بات سنائی جا رہی ہے، کوئی خاص بات ہمارے سامنے پیش کی جائے گی، یہ کوئی نہ سمجھ میں آنے والی بات سامنے رکھی جائے گی یا کوئی باریک نکتہ ہمارے

سامنے پیش کیا جائے گا جب ہی تو ایسا چونکا دیا گیا ہے، جب ہی تو خبر دار کیا گیا ہے۔ جب ہم متوجہ ہوئے تو بات اتنی بتلائی گئی کہ اللہ کے اولیاء (دوستوں) کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ کوئی رنج وغم ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کے تعلق سے اتنی سی بات بتلانے کے لئے اس قدر چونکانے کی کیا ضرورت تھی؟

جس مضمون کے منکرین موجود ہوں یا آئندہ پیدا ہونے والے ہوں اُسے قرآن مجید میں تاکیدی حروف سے شروع کیا جاتا ہے جیسے قَدْ، لَقَدْ، آلَآ، اِنَّ وغیرہ۔ پھر جس درجہ کا انکار ہو، اُسی درجہ کی تاکید کی جاتی ہے چونکہ مشرکین مکہ اور کفار مکہ سِرے سے ولایت کے قائل نہ تھے وہ تو حضور انور ﷺ کی نبوت کے انکاری تھے، ولایت کیا مانتے۔ نیز آئندہ خود کلمہ گو مسلمان (بد مذہب وہابیوں) میں اولیاء کی ذات کا انکاری، کوئی ان کی صفات عالیہ کا، کوئی ان کی کرامات کا، کوئی اُن کے فیوض و برکت کا، کوئی اُن کے علوم کا انکاری تھا اس لئے مضمون کو ڈبل تاکید آلَآ اور اِنَّ سے شروع فرمایا گیا۔

وَلی کا معنیٰ ومفہوم

☆ ولی کے معنی ہے قریب، نزدیک، محبّ، صدیق اور مددگار۔ (قاموس)

☆ ولایت کے معنیٰ ہے قُرب، یہ قُرب خواہ جگہ کے اعتبار سے ہو یا نسبت کے لحاظ سے، دین کے اعتبار سے ہو یا دوستی کے اعتبار سے، اعتقاد کے اعتبار سے ہو یا نصرت اور مدد کے اعتبار سے۔ ولایت کا معنیٰ کسی چیز کا انتظام کرنا بھی آتا ہے۔ (المفردات، امام راغب)

☆ ولی یہ قرآنی اصطلاح ہے۔ مطلقاً ولایت کا انکار کفر ہے۔ ولایت قُرب خداوندی کا نام ہے ولی وہ ہے جو فرائض ونوافل سے قُربِ الٰہی حاصل کرے، قرآن کے مطابق ولی وہ ہے جو ایمان وتقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ حدیث کی روشنی میں ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ ولی وہ ہے جس کا ظاہر شریعت سے آراستہ ہو اور باطن طریقت سے مزین ہو۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ولایت دو چیزوں سے ملتی ہے، ایمانِ کامل اور اتباع شریعت، سے۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلم اور بے ایمان عاملوں، بہروپیوں، جاہل صوفیوں اور فقیروں کا ولایت

سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ولی شریعت وسنت کے پابند اور خوفِ خدا اور عشق مصطفیٰ کے سنگم ہوتے ہیں۔

☆ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کا چہرہ زرد، آنکھیں تَر اور پیٹ بھوکا ہو۔ (روح البیان)

☆ ولی وہ مومن کامل ہے جو عارف باللہ ہوتا ہے دائمی عبادت کرتا ہے ہر قسم کے گناہوں سے بچتا ہے لذت اور شہوات میں منہمک ہونے سے گریز کرتا ہے۔ (شرح المقاصد)

☆ ولی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو عالم باللہ ہو اور اخلاص کے ساتھ دائمی عبادت کرتا ہو۔ (فتح الباری، حافظ ابن حجر عسقلانی)

☆ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں 'ولی' اس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہے۔ شب وروز وہ تسبیح وتہلیل میں مصروف ہو۔ اس کا دل محبتِ الٰہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو۔ وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے۔ یہی وہ مقام ہے جسے 'فناء فی اللہ کا مقام' کہتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

☆ سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر تم کسی کو ہوا میں اُڑتا ہوا دیکھو لیکن وہ شریعت کا پابند نہ ہو تو وہ استدراج ہے ولایت نہیں۔

☆ علمائے متکلمین کے نزدیک ولی وہ ہے جس کا عقیدہ درست اور اعمال شریعت کے مطابق ہوں۔ (تفسیر کبیر، امام رازی علیہ الرحمہ)

ولی کی شان یہ ہے کہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ بعض لوگ خلاف شرع کام کرتے ہیں مثلاً نماز نہیں پڑھتے یا ڈاڑھی منڈاتے ہیں، غیر عورتوں کے ساتھ بے پردہ رہتے ہیں اور لوگ انھیں ولی سمجھتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ اسلامی شریعت کے خلاف کام کرنے والا ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔ سچے مجذوب کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی شریعت کا مقابلہ نہیں کرے گا جیسے کہ اگر اس نے نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے تو وہ انکار نہیں کرے گا۔ (ملفوظات امام احمد رضا خان بریلوی)

☆ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو اپنا خاص قُرب عطا فرماتا ہے انہیں اولیاء اللہ کہتے ہیں جو صاحب ایمان اور متقی ہو، اللہ اور رسول کی محبت کو دُنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو، اللہ

تعالیٰ کی عبادت زیادہ کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست اور پیارا ہوتا ہے اسی کو ولی کہتے ہیں۔ ایمان و پرہیز گاری سخت ضروری ہیں لہٰذا کوئی بد مذہب ہندو، عیسائی، قادیانی، رافضی، خارجی، غیر مقلدِ اہلحدیث اور وہابی کتنی ہی عبادت کریں، ولی نہیں بن سکتے، کیونکہ اُن کے پاس ایمان ہی نہیں۔ غور کرلو کہ سوائے اہلسنّت و جماعت کے کسی فرقہ میں اولیاء اللہ نہیں ہوئے۔ بغداد، اجمیر، دہلی، لاہور، کچھوچھہ، گلبرگہ، اور رنگ آباد ...... سب جگہ اہلسنّت کا ہی ظہور ہے۔

☆ حضرت امام ربّانی مُجدِّ دالف ثانی فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص ہتھیلی پہ سرسوں جما کر اور ہوا میں اُڑ کر بھی دکھائے تو اگر اس کا شریعت پر عمل نہیں تو وہ ہرگز اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔

☆ ولی وہ جو فرائض سے قُربِ الٰہی میں مشغول رہے اور اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلالِ الٰہی میں مستغرق ہو۔ (تفسیر کبیر)

☆ ولی وہ ہے جس نے نفس وشیطان اور دنیا اور اپنی خواہشات سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرے کو مولیٰ عزّ وجلّ کی طرف پھیر دیا اور دنیا و آخرت (دونوں) سے بے رُخی کر کے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کا طالب نہ ہو۔

☆ ولی وہ ہے جس کا چہرے پر حیا، آنکھوں میں تری، دل میں پاکی، زبان پر تعریف، ہاتھ میں بخشش، وعدے میں وفا اور بات میں شفا ہو۔

ولی کی پہچان

حقیقت یہ ہے کہ ولی اللہ کی پہچان بہت مشکل ہے۔ شیخ ابو العباس فرماتے ہیں کہ خدا کا پہچاننا آسان ہے مگر ولی کی پہچان مشکل۔ کیوں کہ رب تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں مخلوق سے اعلیٰ و بالا ہے اور ہر مخلوق اس پر گواہ۔ مگر ولی شکل وصورت، اعمال وافعال میں بالکل ہماری طرح۔ (روح البیان)

تم اس بات کو معمولی نہ سمجھو اللہ کا سمجھنا آسان ہے ولی کا سمجھنا مشکل ہے۔ آپ کہیں گے ایسا کیوں؟ خدا کی معرفت آسان اور ولی کی معرفت مشکل کیوں؟ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ خدا

کی حقیقت و ماہیت کو سمجھنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ نہ ہم اُس کی ذات کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں، نہ ہم اُس کی صفات کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں بالکل صحیح ہے مگر اتنا تو ہم نے سمجھا کہ خدا وہ ہے جو سمجھ میں نہ آئے، تو ہم نے سمجھا کہ خدا وہ ہے جو مادہ مادیت سے پاک ہو، اتنا تو سمجھا کہ خدا مکان مکانیات سے پاک ہے اور ہم نے سمجھ لیا کہ خدا وہ ہے جو زمانہ زمانیات سے پاک ہے، خدا وہ ہے جو دائرۂ علم سے باہر ہو، خدا وہ ہے جو کسی کے بھی سمجھ میں نہ آئے اور خدا کا سب سے زیادہ سمجھنے والا رسول بھی یہ کہے گا مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی، ہم نے نہ پہچانا جیسا پہچاننا چاہئے تھا۔ اب بتائیے کہ رسول سے زیادہ معرفت کون حاصل کرتا ہے۔ سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے رسول بھی کہہ رہے ہیں کہ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ، اب یہ سمجھ میں آ گیا کہ خدا وہ ہے جو کسی کی معرفت میں نہ آسکے۔ مگر یہ اولیاء کا معاملہ بڑا پیچیدہ ہے۔ اگر یہ بھی ماوراءِ فہم وادراک ہوتے تو میں یہ کہہ کر سمجھا دیتا کہ ولی وہ ہے جو زمانہ زمانیات سے پاک ہو، جو مادہ مادیت سے پاک ہے۔ مگر بڑی مشکل سے ہم اولیاء کو دیکھ رہے ہیں جو اس فرش پر چل رہے ہیں، وہ انہیں بازاروں میں نظر آرہے ہیں، تمہارے ساتھ جاگتے سوتے ہیں، تمہارے ساتھ چلتے پھرتے ہیں، تمہارے ساتھ دوسرے کاموں میں مشغول نظر آرہے ہیں۔ اب اُن کا سمجھنا بڑا مشکل ہوگیا ہے۔ اگر وہ ہماری دُنیا سے الگ ہوتے تو ہم آسانی سے سمجھا دیتے کہ جو ہماری دُنیا سے باہر رہتا ہے وہ ولی ہے مگر ہمارے اندر آکر ہمارے لئے آزمائش بن گئے۔ اب ہم کیسے سمجھیں گے کہ یہ اور ہیں اور ہم اور۔ دوستو! اگر ایسا سمجھنا اتنا آسان ہوتا تو لوگ اپنی طرف کیوں سمجھتے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ

لہٰذا ذرا چوکنا ہو جاؤ، لہٰذا ذرا ہوشیار ہو جاؤ۔ یہ ایسا مضمون نہیں ہے جو تم توجہ نہ کرو اور تم کو سنا دے خبر دار ہو جاؤ اللہ کے ولی وہ ہیں جن کو نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی رنج وغم ہے۔

بعض اولیاء فرماتے ہیں کہ ولی کی پہچان یہ ہے کہ دُنیا سے بے پرواہ ہو اور فکرِ مولیٰ میں مشغول ہو۔ بعض نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جو فرائض ادا کرے، ربّ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہے، اُس کا دل نورِ جلالِ الٰہی کی معرفت میں غرق ہو، جب دیکھے دلائلِ قدرت

دیکھے، جب سنے تو اللہ کی باتیں سنے، جب بولے تو اپنے رب کی ثناء کے ساتھ بولے اور جو حرکت کرے اطاعت الٰہی میں کرے، اللہ کے ذکر سے نہ تھکے۔ (خزائن العرفان)

بعض اولیاء فرماتے ہیں کہ ولی کی پہچان یہ ہے کہ دُنیا سے بے پرواہ ہو اور فکر مولیٰ میں مشغول ہو۔ بعض نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جو فرائض ادا کرے، رب تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہے، اُس کا دل نورِ جلال الٰہی کی معرفت میں غرق ہو، جب دیکھے دلائلِ قدرت دیکھے، جب سنے تو اللہ کی باتیں سنے، جب بولے تو اپنے رب کی ثناء کے ساتھ بولے اور جو حرکت کرے اطاعت الٰہی میں کرے، اللہ کے ذکر سے نہ تھکے۔ (خزائن العرفان)

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴾ (یونس:۱۰/۶۳)

جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

﴿ اِنْ اَوْلِیَآءُ ہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ﴾ (الانفال:۸/۳۴)

اولیاء تو پرہیزگار (متقی) ہی ہیں۔

﴿ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ہَوْنًا ﴾ (الفرقان:۲۵/۶۳)

اور رحمٰن کے (خاص) بندے (وہ ہیں) جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

﴿ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّہِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴾ (الفرقان:۲۵/۶۴)

اور جو اپنے ربّ کے لئے سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔

لوگوں نے ولی کی علامتیں اپنی طرف سے مقرر کر لی ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ جو کرامتیں دِکھائے، مگر یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ عجائبات چار قسم کے ہیں۔ (۱) معجزہ (۲) ارحاص (۳) کرامت (۴) استدراج۔ معجزہ وہ عجیب غریب کام جو مدعی نبوت (انبیاء) کے ہاتھ پر تصدیق دعویٰ کے لئے صادر ہو جیسے عصاءِ کلیم اور دمِ عیسیٰ علیہما السلام۔

حضور ﷺ کے برکات، کرامت وہ عجائبات ہیں نبی کے امتی کے ہاتھ پر ظاہر ہوں جیسے حضور غوث پاک یا حضرت سلطان الہند خوجہ اجمیری، حضرت خواجہ نقشبند، حضرت غوث العالم مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہم کے کرامت۔ استدراج وہ عجائبات ہیں جو کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہوں۔ بہت سے عجائبات شیطان کر دِکھاتا ہے، سنیاسی جوگی صدہا کرتب کر

لیتے ہیں، دجّال تو غضب ہی کرے گا، مُردوں کو جلائے گا، بارش برسائے گا۔ اگر عجائبات پر ولایت کا مدار ہو تو شیطان اور دجّال بھی ولی ہونے چاہیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ہوا میں اُڑنا ولایت ہے تو شیطان بڑا اولی ہونا چاہیئے۔

بعض نے کہا کہ ولی وہ جو تارک الدنیا ہو، گھر بار نہ رکھتا ہو۔ لوگ کہا کرتے ہیں وہ ولی کیا جو رکھے پیسہ۔ مگر یہ بھی دھوکا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت غوث اعظم، مولانا روم رضی اللہ عنہم بڑے مالدار تھے۔ کیا یہ ولی نہ تھے؟ یہ تو ولی گر تھے۔ اور بہت سے سنیاسی کفار تارک الدنیا ہیں کیا وہ ولی ہیں؟ ہرگز نہیں۔

بعض نے سمجھا کہ ولی وہ جو بے عقل ہو، فی زمانہ لوگ ہر پاگل و دیوانہ کو ولی سمجھ لیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ بعض وہ حضرات ہیں جو اِدھر اللہ سے واصل، اُدھر دُنیا میں شاغل۔ ولایت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر بھی عقل و خرد ہاتھ سے نہیں دیتے، انھیں سالک کہا جاتا ہے۔ مجذوب سے سالک افضل ہے کہ مجذوب بے فیض ہے اور سالک فیض رساں۔ مجذوب کمزور ہے کہ ایک جھلک کی تاب نہ لاسکا اور سالک قوی۔

کامل وہ ہے جس کے سَر پر شریعت ہو، بغلوں میں طریقت، سامنے دنیوی تعلقات۔ ان سب کو سنبھالے، راہِ خدا طے کرتا چلا جائے۔ مسجد میں نمازی ہو، میدان میں غازی، کچہری میں قاضی (عدالت میں جج) اور گھر میں پکا دُنیا دار۔ غرض کہ مسجد میں آئے تو ملائکہ مقربین کا نمونہ بن جائے اور بازار میں جائے ملائکہ مدبرات امر کے سے کام کرے۔

بعض بیہودے دعویٰ ولایت کریں مگر نہ نماز پڑھیں نہ روزہ کے پاس جائیں اور شیخی ماریں کہ ہم کعبۃ اللہ میں اللہ میں نماز پڑھتے ہیں۔ سبحان اللہ نماز تو کعبۃ اللہ میں پڑھیں اور روٹی ونذرانے مرید کے گھر لیں۔ یہ پورے شیاطین ہیں جب تک ہوش وحواس قائم ہیں تب تک احکامِ شرعیہ معاف نہیں ہو سکتے۔ شریعت، طریقت کی کسوٹی ہے یا طریقت سمندر ہے اور شریعت اس کی کشتی۔ جو شخص ہوش وحواس میں رہ کر شریعت کی پابندی نہ کرے اور ولی نمازی ہوتا ہے۔ آپ حضرات داتا گنج بخش علی ہجویری کے مزار پر حاضری دیں تو مزار کے قریب مسجد

نظر آئے گی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مزار کے قریب مسجد، حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت خواجہ سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز کے مزار کے قریب مسجد، حضرت غوث العام مخدوم اشرف جہانگیر سمنائی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت شاہ عبدالحق مُحدِّث دہلوی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث وہلوی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ مُحدِّث علی پوری کے مزار کے قریب مسجد، حضرت سید محمد اشرفی مُحدِّث اعظم کے مزار کے قریب مسجد، حضرت احمد رضا خان بریلوی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی مُحدِّث دکن کے مزار کے قریب مسجد...... اللہ والوں کے مزارات کے ساتھ مسجدوں کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نمازی تھے۔

کائنات میں خوف وغم کا ماحول

اس دُنیا کا عجب حال ہے جس طرف نظر اُٹھا کر دیکھئے خوف ہی خوف کا عالَم ہے اور ہر طرف ڈر ہی ڈر کا دور دورہ ہے۔ طالب علم کو امتحان کا خوف ہے، تاجر کو تجارت میں نفع و نقصان کا خوف ہے، غریب عوام کو مہنگائی کا خوف ہے۔ بیمار کو مرض کے بڑھنے کا خوف ہے۔ زمیندار کو خوف ہے کہ کوئی اُس کی زمین پر ناجائز قبضہ نہ کرلے۔ مکاندار کو خوف ہے۔ زمیندار کو خوف ہے کہ کوئی اُس کی زمین پر ناجائز قبضہ نہ کرلے۔ مکاندار کو خوف ہے کہ کرایہ دار اُس کا کرایہ نہ ہڑپ کرلے۔ مالداروں کو چوروں سے خوف ہے، کمزور کو طاقتور سے خوف ہے، مجبور و مظلوم کو ظالم سے خوف ہے۔ انسان موت سے ڈرتا ہے کہ وہ اس کا رشتہ حیات منقطع نہ کردے، یہ اونچے اونچے سر بفلک پہاڑ سینہ تانے کھڑے ہیں اور اپنی پائیداری پا نازاں ہیں مگر ہر وقت خوف و دہشت سے لرزاں ہیں اور ڈر رہے کہ کوئی سنگ تراش نہ آرہا ہو۔ ہرے بھرتنارو درخت اپنے پھلوں اور پھولوں کی رعنائیوں کے ساتھ شاداب وشادماں ہیں مگر اُن کا پتہ پتہ خوف زدہ ہے کہ کوئی کلہاڑی والا نہ آرہا ہو۔ زمین پر لہلہاتی ہوئی گھاس لرزہ براندام ہے کہ کہیں چار پیر والا نہ آرہا ہو۔ اور چار پیر والا اس خوف سے بھاگا پھر رہا ہے کہ کہیں بِسْمِ

اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر والا نہ آرہا ہو۔ آفتابِ عالم چمک رہا ہے مگر اس خوف سے زرد ہو رہا ہے کہ کہیں گہن نہ لگ جائے، ستارے ضرور مسکرا رہے ہیں مگر اس خوف سے کانپ رہے ہیں کہ کہیں صبح کی سپیدی نمودار نہ ہوجائے۔ آگ بادلوں سے خائف ہے کہ وہ اُس پر برس کر اُسے بجھا نہ دیں، بادل ہوا سے ڈر رہے ہیں کہ وہ اُسے اپنے تپھیڑوں کی لپیٹ میں نہ لے لے، ہوا مکانوں سے ڈرتی ہے کہ یہ میرے راستے میں رکارٹ ہیں، مکان انسانوں سے خوفزدہ ہیں کہ یہ ہمیں گرا نہ دیں، اس دُنیا میں ہر چھوٹا بڑے سے ڈر رہا ہے، مزدور سرمایہ دَار سے خوف کھا رہا ہے، سرمایہ دار انکم ٹیکس آفیسر سے کانپ رہا ہے، مجرم پولیس سے تھرتھرا رہا ہے اور پولیس والے اپنے اوپر والے سے ڈر رہے ہیں۔

الغرض اس دُنیا میں جمادات ہوں یا نبادات، عالم اعلیٰ ہو یا عالم اسفل۔ زمین سے آسمان تک خوف ہی خوف کا راج ہے، ڈر ہی ڈر کا دور دورہ ہے۔ مگر اس خوف و ہراس سے بھری ہوئی دُنیا میں اسی آسمان کے نیچے، اسی زمین کے اُوپر خدا کی ایک ایسی مخلوق بھی آباد ہے جس کو کسی چیز کا خوف نہیں ہے، کسی چیز کا ڈر نہیں ہے، وہ ہر جگہ ہے بے خوف ہے۔ ہر حال میں بے غم ہے۔ جس کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ربِ قدیر سے ہوجائے وہ اُس کی خدائی میں کسی سے نہیں ڈرتا، انھیں صرف خدا کا خوف ہے اور ساری خدائی اُن سے خوف زدہ ہے۔ ساری خدائی سے نڈر اور صرف خدا سے ڈرنے والوں کا نام ہے اولیاء اللہ۔

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

سنو! بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

خوفِ الٰہی اور خشیتِ خداوندی ہر وقت اُن پر طاری رہتا ہے...... لہٰذا وہ لوگ فیض ولایت سے یکسر محروم ہیں جنھیں اپنی بداعمالیوں اور سنت وشریعت کی خلاف ورزیوں پر کبھی خوفِ خدا اور فکرِ آخرت دامن گیر نہیں ہوئی گویا:

خوفِ خدا شرمِ نبی وہ بھی نہیں یہ بھی نہیں

تم کوٹھیوں میں بھی ہو تو خوف زدہ ہو مگر یہ بوریئے پر بھی ہوں تو بے خوف ہیں۔ تم تاج پہن کر بیٹھے ہوئے ہو یا تم تاج محل میں ہو یا تم تخت پر بیٹھے ہو یا تم شیش محل میں بسیرا لئے

ہوئے ہومگر رنج وغم کا نمونہ بنے ہوئے ہو......مگر یہ خنجر کے نیچے بھی بے رنج وخوف ہیں۔اگر یہ بھوکے بھی ہیں تو کوئی غم نہیں ہے۔اگر یہ پیاسے بھی ہیں تب بھی انہیں کوئی غم نہیں ہے۔

خوف اور غم

خدا سے ڈرنے والا، کسی سے نہیں ڈرا کرتا ہے۔اس لئے کہ دوخوف جمع نہیں ہو سکتے۔ یا تو خدا کا خوف ہوگا یا مخلوق کا خوف ہوگا۔اور میں دیکھتا ہوں کہ خدا سے نہ ڈرنے والا، دُنیا کی ہر چھوٹی بڑی طاقت سے ڈرا کرتا ہے۔معلوم ہوا کہ خدا سے ڈرنا خود سب سے بڑی طاقت ہے۔اللہ کے ولیوں کو کسی چیز کا غم بھی نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ نعمت نہ ملنے سے انسان غمگین ہوتا ہے اور خدا کا دِیدار سب سے بڑی نعمت ہے اور اولیاء اللہ **فَنَافِی اللّٰہ** ہو کر اس نعمت کو حاصل کر لیتا ہیں۔جس کی نظیر نہ مل سکتی ہے نہ حاصل کی جا سکتی ہے۔پھر غمگین ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

ایک بات میں بتلاؤں کہ خوف وغم کی کیا حقیقت ہے اس کو سمجھ لو کہ خوف کا جو تعلق ہوتا ہے مثلاً آپ افسوس کریں تو کسی ایسی بات پر جو مستقبل میں پیش آنے والی ہے اُسے خوف کہیں گے اور آپ افسوس کریں گے کسی ایسی بات پر جو ماضی میں ہو چکی ہوا ُسے غم کہیں گے۔ گذری ہوئی تکلیف پر افسوس یہ غم ہے۔آنے والی تکلیف پر افسوس یہ خوف ہے۔خوف کا تعلق مستقبل سے اور غم کا تعلق ماضی سے ہوتا ہے یعنی آئندہ ہونے والے خطرہ کو خوف کہتے ہیں اور گذشتہ کے رنج کو غم کہا جاتا ہے۔مفہوم یہ نکلا کہ اولیاء اللہ کو آئندہ کا خوف ہے نہ گذشتہ کا غم۔ اگر یہ معلوم ہو کہ کل آپ کا گھر جل جائے گا آپ لرزہ براندام ہو جائیں گے یہ خوف ہے کہ جل جائے گا اور رو رہے ہیں یہ غم ہے۔تو اللہ نے کیا کہا کہ اولیاء پر خوف ہے نہ غم ہے۔کیا مطلب ہے؟ اُن پر نہ ماضی میں تکلیف ہوئی نہ مستقبل میں تکلیف ہوگی نہ اُن کو آنے والی تکلیف کا خوف ہے نہ گئی ہوئی کا رنج۔**اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ**

خوف کہتے ہیں اپنی جان کا ڈر، اور حزن کہتے ہیں دوسرے کی جان کا ڈر۔جیسا کہ

فرعون کے ساتھ مقابلہ کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی جان کی فکر لاحق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى﴾ (طٰہٰ:۲۰/۶۸)

موسیٰ! خوف نہ کر تم ہی سر بلند ہوں گے۔(موسیٰ! ڈرو نہیں، بیشک آپ ہی غالب رہیں گے)

اور جب غارِ ثور میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر کفار کے قدموں پر پڑی تو آپ کو حضور نبی مکرم سید المرسلین ﷺ کے متعلق اندیشہ اور حُزن و ملال ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ:۹/۴۰)

غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ولیوں سے خوف اور حُزن دونوں کی نفی کر دی۔کہ نہ انھیں اپنی جان کا ڈر ہے اور نہ ہی اپنے پاس آنے والے (مُریدوں) کا ڈر ہے۔

علمِ نفسیات کے اعتبار سے خوف اُسے ہوتا ہے جو کمزور ہوتا ہے طاقت والے کو خوف نہیں ہوتا۔حدیث قدسی اولیاء اللہ کے طاقتور ہونے کی تصریح کر رہی ہے کہ جو بندہ خدا والا ہو گیا خدا اُس کا ہاتھ ہو جاتا ہے، خدا اُس کا پیر ہو جاتا ہے، خدا اُس کا کان ہو جاتا ہے، خدا اُس کی زبان ہو جاتا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ ہاتھ ولی کا ہوگا کام خدا کا ہوگا۔پاؤں ولی کا ہوگا چلنا خدا کا ہوگا، کان ولی کا ہوگا سننا خدا کا ہوگا، زبان ولی کی ہوگی بات خدا کی ہوگی۔اُن کی دُعا رَد نہیں کی جاتی ہے قبول کی جاتی ہے۔

اولیاء اللہ اس قدر بے خوف وخطر ہوتے ہیں کہ انھیں اگر کسی بد مذہب اور مخالف شرع حاکم، منسٹر پولیس وعہدے دار سے بھی ٹکر لینی پڑے تو اس سے بھی قطعاً گریز نہیں کرتے ......بغیر کسی رنج وملال کے میدان میں کود پڑتے ہیں۔وہ ابن الوقت (حالات کی رَو میں بہنے والے) نہیں بلکہ ابو الوقت (حالات کا رُخ بدل دینے والے) ہوتے ہیں۔دنیوی اغراض کی وجہ سے دین کا سودا نہیں کرتے، ہر وقت اسلام کی بالا دستی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔اگر

اس کی پاداش میں سر دھڑ کی بازی بھی لگانی پڑے تو گریز نہیں کرتے ...... لہٰذا، اُن لوگوں کو ولایت سے کیا نسبت جو حالات کی رَو میں بہہ جاتے ہیں ...... جو کلمہءِ اسلام پھیلانے کی بجائے حکام اور عہدے داروں سے مرعوب و مقہور ہوتے ہیں، اُن کی چاپلوسی کرتے ہیں، اُن کے دستر خوان پر بیٹھنا اعزاز سمجھتے ہیں، اُن کی دعوتوں پر لبیک کہنا فخر سمجھتے ہیں ...... اور دنیوی اغراض کے لئے اپنے ایمان کو بھی داؤ پر لگا دیتے۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، آپ نے انہیں اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ زندگی بھر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کریں۔ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری زندگی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں گذاری۔ ایک سفر میں حضور ﷺ اور بعض صحابہ کرام نے انہیں اپنا سامان اُٹھانے کے لئے دیا، وہ سارا سامان اُٹھا کر چلے تو حضور ﷺ نے فرمایا، تم ہمارے سفینہ ہو، یعنی کشتی ہو۔ اس دن سے آپ کا نام سفینہ مشہور ہو گیا اور پہلا نام لوگوں کو بھول گیا۔ حضور ﷺ کی زبانِ اقدس سے یہ نکلا ہوا نام آپ کو اتنا پسند تھا کہ جب بھی کوئی آپ سے نام پوچھتا تو آپ کہتے میرا نام سفینہ ہے۔ ایک مرتبہ آپ روم کے علاقہ میں اپنے لشکر سے بچھڑ گئے اور چلتے چلتے راستہ بھول گئے، اچانک ادھر سامنے سے ایک شیر آ نکلا۔ اب جو شیر کی نظر حضور سفینہ رضی اللہ عنہ پر پڑی تو وہ مستی میں آ گیا اور زوردار آواز نکالی۔ مگر قربان جائیں غلامِ مصطفٰے کی عظمت پر کہ اُن پر شیر کا کوئی خوف مسلط نہیں ہوا۔ شیر گرجتا ہوا آپ کو کھانے کے لئے قریب آ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ شیر بے خوف و خطر ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ کی عملی تفسیر بن کر سامنے کھڑا ہے اس لئے کہ جن لوگوں کے دلوں میں مالکِ حقیقی کا ڈر پیدا ہو جائے، پھر وہ کسی سے نہیں ڈرتے، وہ اللہ و رسول کی تابعداری کرتے ہیں اور پھر ہر شئے اُن کی تابع فرمان ہو جاتی ہے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ شیر سے فرمایا:

يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ (مشکوٰۃ)

اے ابوالحارث (شیر)! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔

یہاں پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ پر یہ ایک مشکل وقت تھا لوگ کہتے ہیں کہ مشکل کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کو پُکارنا چاہئے، حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایسا ہی کہنا چاہئے تھا: اے شیر! ٹھہر جا، میں اللہ کے بندہ ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے کہ اے شیر! مجھے دیکھ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں تو یقیناً آپ کو شیر کھا جاتا۔ اس لئے کہ سب انسان اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کا دعویٰ کرے، وہ بے خطر نہیں ہوسکتا۔ بے خطر وہ ہوگا جو بندہ خدا تعالیٰ کا ہو اور غلام مصطفٰے کا ہو۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

خوف نہ رکھ رضا ذرا، تُو تو ہے عبدِ مصطفٰے
تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے

ولی کو خوف کیوں نہیں

ذرا سا غور کرو اور سوچو کہ یہ آیت بھی عجیب و غریب ہے۔ آپ جان چکے ہیں کہ ولی کے ایک معنیٰ 'قریب' کے بھی ہیں، اب قربت کو سمجھو۔ مثلاً جب مسجد میں جنازہ آتا ہے تو امام صاحب آواز دیتے ہیں کہ کوئی ولی ہے۔ تو کیا کوئی قطب آتا ہے؟ نہیں۔ بلکہ جو اس میت کا قریب تر آدمی ہو، وہ آتا ہے۔ تو یہاں ولی کے معنی قریب کے ہیں۔ اس معنٰی میں لے کر چلو کہ جو اللہ کے قریب ہیں، نہ اُسے کوئی خوف ہے نہ رنج و غم ہے۔ خبردار ہو جاؤ، کتنا پیارا ارشاد ہو رہا ہے۔ قربان جاؤ اس ارشاد پر کہ یہ دعویٰ بھی ہے دلیل بھی۔ دعویٰ کیا ہے؟ جو خدا کے قریب ہے نہ انہیں خوف ہے نہ رنج۔ اور دلیل یہ ہے کہ خود خدا کے قریب ہیں اُن کو کیسے خوف و رنج ہوگا۔ خدا سے جو دُور ہوتے ہیں وہ خوف والے ہوتے ہیں اور جو خدا سے دُور رہتے ہیں وہ رنج و غم والے ہوتے ہیں مگر یہ خدا کے قریب والے ہیں اُن کو کسی قسم کا رنج ہوسکتا ہے نہ خوف۔ اس لئے کہ تم انصاف سے بتلاؤ کہ جو شہنشاہ کے قریب ہوا، اُسے چور وڈاکو کا خوف

کیسے ہوسکتا ہے؟ اور کہو کہ جو علم کے قریب ہوا، اُسے جہالت کا خوف کیسے ہوسکتا ہے؟ اور کہو جو اختیار و اقتدار کے قریب ہوا، اُسے محتاجی کا خوف کیسے ہوسکتا ہے؟ اور کہو کہ جو غنا کے قریب ہو، اُسے محتاجی کا خوف کیسے ہوسکتا ہے؟ اور جو خدا کے قریب اور ایسے شہنشاہ مطلق کے قریب ہے جس کی شہنشاہیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، جو خدا کے قریب ہیں وہ ایسے کے قریب ہیں جہاں ظلم و جہالت کی رسائی بھی نہیں ہوسکتی، جو خدا کے قریب ہیں وہ اختیارِ کلی و اختیارِ مطلق کے قریب ہیں، جو خدا کے قریب ہیں وہ عدل و انصاف کے قریب ہیں۔ اب تو بات سمجھ میں آ گئی کہ اب جو خدا کے قریب رہے گا نہ اُسے بے انصافی کا خوف ہوسکتا ہے نہ اُسے مجبوری ہو سکتی ہے نہ عاجزی کا خوف ہوسکتا ہے۔ جب ربّ تبارک وتعالیٰ نے جسے اپنے قریب کرلیا ہے اب اُسے خوف و رنج ہونے کا سوال ہی کیا ہے۔

کیا ہم خدا سے قریب نہیں؟

یہاں پر آپ یہ سوچیں گے کہ خدا کے قریب یہی ہیں کہ ہم بھی ہیں۔ ربّ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾ (ق:۵۰/۱۶)

ہم اُن کے رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

جب خدا ہم سے قریب ہے تو کیا ہم خدا سے قریب نہیں۔ مگر دوستو مجھے کہنے دو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا تم سے اتنا قریب ہے کہ ہم اُس کی حقیقت کو سمجھا نہیں سکتے، مگر ہم خدا سے بہت دُور ہیں۔ آپ کہیں گے ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ قُربت کا معاملہ ایسا ہے جب ادھر سے قریب تو اُدھر سے بھی قریب ہوگا۔ یہ کیسے ہوگا کہ وہ ہم سے قریب ہو اور ہم اُس سے دُور ہو۔ مگر یہاں تو معاملہ ایسا ہی سمجھ میں آ رہا ہے کہ کبھی کبھی قُربت ایک ہی طرف سے ہوتی ہے۔ خدا تو ہم سے بہت قریب مگر ہم خدا سے بہت دُور ہیں۔ اگر آپ کو تمثیل سے سمجھاؤں تو شاید بات سمجھ میں آئے گی۔ ایک صاحب سفر کے لئے چلے، اُن کے پاس اتفاق سے ایک قیمتی ہیرے کی انگوٹھی تھی۔ اُن کے پیچھے ایک اور صاحب چل پڑے جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا جب

کوئی مالدار دولت لے کر چلتا ہے تو اُس کے پیچھے اور لوگ بھی چلتے ہیں یعنی ڈاکو چلتے ہیں۔ جب دُنیا کی دولت لے کر چلو گے تو دُنیا کے لٹیرے چلیں گے اور جب دِین کی دولت لے کر چلو تو دین کے لٹیرے چلیں گے مگر پیچھے کچھ چلتے ضرور ہیں اور پھر اُس کے بعد چلنے والوں کا انداز کیا ہے یہ بیچارہ دیکھ کر پہچانتا نہیں۔ پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو، کہے گا کہ جہاں آپ جا رہے ہیں۔ اچھا تم بھی مسافر ہو، وہ کہے گا ہاں میں بھی مسافر ہوں۔ حالانکہ وہ مسافر نہیں، مقیم تھا مگر وہ مسافر اس لئے بنا کر مسافر کے ساتھ چلنا ہے۔ اس کو مصلحتاً اپنے چہرہ کو بدلنا پڑا ہے، اپنے نام کو بھی بدلنا پڑتا ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (البقرۃ:۲/۱۴)

اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں (تو) کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف مذاق کرتے ہیں۔

جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان والے ہیں اگر وہ ایمان والے نہ کہیں تو اُن کے لئے مسجد کا دروازہ کیسے کھلے گا۔ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ**

یعنی، ہم بھی مسافر کے ساتھ مسافر بن گئے، مقیم کے ساتھ مقیم بن گئے، مومن کے ساتھ مومن بن گئے، منافق کے ساتھ منافق بن گئے۔ ہم بھی وہی ہیں جو تم ہو، اچھا وہی ہو، کہا: ہاں وہی ہوں۔ کہاں تک آپ سفر کریں گے؟ وہاں تک یہ کیسے کہے گا کہ میں سکندر آباد تک سفر کروں گا، وہاں تک انگوٹھی نہ مل سکی تو اُس کا جانا تو پکا نہیں، لہٰذا جہاں تک تم چلو گے، راستہ میں انگوٹھی ملی تو وہاں سے پلٹ جائیں گے اب تو یہی کہنا پڑے گا کہ جہاں تک تم چلو وہاں تک ہم چلیں گے یعنی یہاں سے لیکر ہم آخرت تک تمہارے ساتھ ہیں۔ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ**

مگر وہ انگوٹھی والا جس کو خدا نے ہیرے کی انگوٹھی دی تھی اُس کو ہیرے والا دماغ بھی

دیا تھا وہ سمجھ گیا کہ یہ معاملہ کچھ اور ہے مگر اب بولنا نہیں، ساتھ لے چلو۔ اس کے بعد طویل سفر تھا ایک مقام پر رات گذارنے کے لئے مسئلہ پیش آیا تو اُس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ دیکھو میرے پاس ایک قیمتی انگوٹھی ہے ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا جائے تا کہ رات آرام سے گذرے اور یہ قیمتی انگوٹھی کسی چور ڈاکو کے ہاتھ نہ لگے اور اس وقت دونوں کا سوجانا ٹھیک نہیں ہے۔ پہلے تم سوجاؤ اور بعد میں تم کو اُٹھادوں گا پھر تم دیکھتے رہنا۔ اُس نے کہا کہ بہت اچھی بات ہے اور سونچا کہ آج پہلی رات ہی کو مُراد پوری ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ یہ بھی سونچتے ہیں کہ پہلے سوتو بعد اپنا داؤ چلے تا کہ غفلت سے فائدہ اٹھا سکے، مگر وہ بھی ہوشیار، اپنا لباس کوٹ وغیرہ اُتارہ کر رکھ دیا، بعد یہ صاحب سو گئے اور وہ وقتِ مقررہ پر اُٹھایا اور اُٹھنے سے پہلے اُس نے یہ کام کیا تھا کہ انگوٹھی نکال کر وہ چور کے کوٹ کے جیب میں رکھ دیا تھا اور کہا کہ آپ اُٹھئے میں سوتا رہوں گا۔ یہ کہہ کر یہ سو گئے۔ اب یہ تلاشی لینی شروع کی، وہ بھی اطمینان سے دیکھ رہا ہے کہ ہماری خدمت ہو رہی ہے بہت تلاش کیا، آخر میں صبح ہو گئی اور وہ منہ ہاتھ دھونے گیا، اُس نے جا کر انگوٹھی اُس کے جیب سے نکال لی اور انگلی میں پہن لیا۔ جب اُس نے آ کر دیکھا کہ انگوٹھی انگلی میں پہنی ہوئی ہے اُس نے سونچا کہ چلو سفر لانبا ہے آج نہیں کل دیکھیں گے۔ دوسرے روز بھی یہی طریقہ کار رہا مگر اُس نے اس دفعہ ہاتھ اور کمرہ کے ہر حصہ کو دیکھا اور کہیں کہیں اُس نے کھدائی بھی شروع کر دیا، وہاں بھی نہیں۔ اس کے بعد ایسا ہی وقت گذرا صبح ہو گئی، اُس نے پھر جیب سے نکالا اور انگوٹھی میں پہن لی۔ تیسری رات آخری رات تھی اُس کے بعد منزل آنے والی تھی اور اُس کے بعد جب منزل قریب آ گئی وہ اپنے کو اب تک مسافر ظاہر کرتا تھا مگر اب کہہ دیا کہ اب یہیں رہوں گا آگے جانا نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو جب میدانِ قیامت میں دوراستے ہو جائیں گے تو پتہ چل ہی جائے گا کہ وہ ہمارا ساتھی نہیں ہے ورنہ کیا بات ہے کہ قیامت تک ساتھ چلو اور جنت میں ہم تنہا جائیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ

اچھا جب وہ گھر پہنچا تو اُس نے کہا کہ ایک بات بتلاؤ کہ میں کون ہوں؟ میں تو اپنے کو

استاد سمجھتا تھا مگر جناب تو میرے چچا نظر آئے مگر اب تو مجھے بتلا دو کہ آپ انگوٹھی رکھتے کہاں تھے۔ اُس نے کہا نادان! انگوٹھی تو تیرے ہی قریب تھی مگر وہ تیرے علم سے الگ، تیرے ادراک سے الگ، تیرے شعور سے الگ، تیرے دائرۂ عقل سے الگ، وہ تو تیرے ہی قریب تھی مگر تو اُس کے قریب نہیں تھا۔ تو اب سُن لو کہ ہمارا خدا ہم سے قریب ہے اور بہت قریب ہے مگر ہم اُس سے بہت دُور ہیں، ہم اُس کے احکامات سے دُور، اُس کے فرامین سے دور، اُس کے ارشادات سے دُور، اُس کے خوف سے دُور، اُس کی محبت سے دُور۔ نہ ہم اُس کی قربت سمجھا سکتے ہیں نہ ہماری دُوری سمجھا سکتے ہیں۔ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ**

اللہ سے قُربت کس طرح حاصل کی جائے

یہ جو اللہ کے اولیاء ہیں اُن کا معاملہ عجیب ہے خدا اُن سے قریب ہے یہ خدا سے قریب ہیں۔ لہٰذا اُن کو اپنے اُوپر مت قیاس کرو۔ میں سونچنے لگا کہ یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ خدا سے قریب ہیں، یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ خدا سے قریب ہیں۔ یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ خدا سے قریب ہیں۔ یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ مخدوم اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ خدا سے قریب ہیں۔ اس سے ہمیں کیا فائدہ؟ سنو! وہ کون ہے جو خدا سے قریب ہونا نہیں چاہتا؟ وہ کون ہے جو خدا کی قُربت نہ چاہتا ہو؟ وہ کون ہے جو بارگاہِ خداوندی میں حاضری کا مشتاق نہ ہو؟ یہ تو سبھی چاہتے ہیں۔ مگر دوستو جب ہم خدا کی قُربت کو ذہن میں بٹھاتے ہیں تو ہمارے ذہن میں وہ خیال بھی آتا ہے جس کی میں پہلے بہت مفصل وضاحت کو چکا ہوں یہاں صرف اشارہ کر کے چلوں گا کہ خدا کی قُربت حاصل کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہے۔ خدا سے قریب ہونے کے لئے ضروری یہ کہ ہم مکان و مکانیات سے باہر ہو جائیں، خدا سے قریب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ زمانہ زمانیات سے اُوپر ہو جائیں، خدا سے قریب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم عالم امکان کو چھوڑ دیں...... مگر بڑی مشکل ہے کہ ہم بھی ممکن اور ہماری حقیقت بھی ممکن

ہے۔ اگر ہم ساری ممکنات چیزوں کو چھوڑ دیں تو اُوپر جانے کے لئے کوئی چیز لے جانے والی بھی نہ ہوگی، پھر ہم کیسے قریب ہو سکتے ہیں۔ خدا سے قریب ہونے کا اشتیاق بھی ہے مگر عقل کہتی ہے کہ ممکن نہیں۔ عقل کہتی ہے کہ تم مجبور ہو، تم خدا کے قریب نہیں ہو سکتے۔ مگر دوستو! رحمتِ خداوندی کے قربان جاؤ کہہ رہا ہے کہ حکم بالکل عام ہے جو ایک مریض کا علاج ہوگا سارے مریضوں کا ہوگا۔ جب مرض ایک ہی ہے تو سارا علاج بھی ایک ہی ہے۔

توبہ ومغفرت کا قانون

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء:۴/۶۴)

اور اگر جب وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (کنزالایمان)

اسی آیت مبارکہ کا ایک ترجمہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمۃ نے اس طرح کیا ہے کہ: اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرکے آپ کے آستانہ پر آجائیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی، یا رسول اللہ ﷺ اُن کی شفارش کریں تو بیشک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ (نورالعرفان)

یعنی اے رحمت مجسم ﷺ! اگر یہ لوگ دُنیا بھر کے قصور (شرک وکفر، حرام کاریاں، گناہ کبیرہ وصغیرہ، چُھپے کُھلے، نئی پُرانی لغزشیں وخطائیں، ہر قسم کا جسمانی، جنانی اور رُوحانی سارے گناہ) کرکے اور اپنی جانوں پر طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد سائلانہ انداز میں جیسے داتا کے دروازے پر فقیر، حاکم کریم کے دروازہ پر اقبالی مجرم حاضر ہوتا ہے، نادم، شرمندہ وتائب ہوکر آپ کے حضور حاضر ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے ظلم وجرم کی معافی مانگیں کیونکہ اللہ سے معافی مانگنے کے لئے بہتر وقت اور مناسب جگہ آپ کی بارگاہ میں حاضری ہے اور اے محبوب! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت (شفاعت) فرمادیں تو یہ لوگ مجھ کو توبہ

قبول فرمانے والا مہربان پائیں گے، اُن کی توبہ قبول فرمائی جائے گی۔ گناہ ہو جانے اور ظلم سرزد ہونے کے بعد معافی کے لئے حضور ﷺ کے دروازہ پر جانا شرک نہیں ہے بلکہ دُعا کی قبولیت کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اُن کو مایوس نہیں کرے گی بلکہ اُن کی توبہ قبول کرلی جائے گی اور ان بیگانوں کو اپنا بنایا جائے گا۔ حضور شفیع المذنبین ﷺ ہیں اور آپ کی یہ برکت آپ کی ظاہری زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ تا ابد جاری ہے۔ اہلِ دل اور اہلِ نظر ہر لمحہ اور ہر آن اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی خدمت میں جسمانی حاضری تو یہ ہے کہ مجرم اُنکے آستانہ عالیہ پر مدینہ منورہ پہنچ جائے۔ روحانی حاضری یہ ہے کہ اس ذات کریم کی طرف متوجہ ہو جائے جیسا کہ نماز کے لئے کعبہ معظّمہ تک پہنچ جانا ضروری نہیں، یہاں رہتے ہوئے بھی اِدھر رُخ کر دینے سے نماز جائز ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ قبلہ دل اور کعبہ توبہ ہیں۔ دل کا رُخ جہاں سے اس طرف کرو گے کام بن جائے گا۔ سورج کا نور لینے کے لئے چوتھے آسمان پر پہنچ جانا لازم نہیں، جہاں بھی ہو اس کے ظل میں آجاؤ روشنی مل جائے گی۔ حضور ﷺ آسمان قبولیت کے سورج ہیں۔ رب نے آپ کو ''سراج منیر'' فرمایا یعنی چمکانے والا سورج، جہاں بھی رہو اُن کی نگاہ عنایت میں رہو، بیڑا پار ہوگا۔

دل پہ دِلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے
اُن کی سرکار میں کچھ بھی نہیں نیت کے سوا

اے ظلم کرنے والو ﴿جَآءُوْكَ﴾ رسول کے پاس آئے۔ کرم ہوگیا، میں تو یہ سمجھا تھا کہ اپنی جانوں اور نفسوں پر ظلم کرنے پر خدا کے پاس بلائیں گے، میں تو یہ سمجھا تھا کہ حرم میں بلائیں گے، میں تو یہ سمجھا تھا کہ صفا ومروہ پر بلائیں گے، میں تو یہ سمجھا تھا کہ بیت المقدس میں بلائیں گے مگر یہ نہیں کہا بلکہ ﴿جَآءُوْكَ﴾ محبوب تمہارے پاس آئیں۔ بڑے کرم کی بات ہے کہ ظلم کرے خدا کا اور آئے محبوب ﷺ کے پاس۔ نافرمانی خدا کی اور آئے محبوب ﷺ کے پاس۔ خدا کہہ رہا ہے کہ محبوب کے پاس جاؤ۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ نہ جاؤ، اب ہم کس کی مانیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى بِاَنْ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ

﴿جَآءُوْكَ﴾ آپ کے پاس آئیں۔ اچھا آکر اب کیا کریں ﴿فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ﴾

اللہ سے دُعائے مغفرت کریں۔ دُعا کرنا ہے اللہ سے اور آرہے ہیں رسول کے دَر پر۔ کیا دُعائے مغفرت کرنے کے لئے کوئی مسجد اچھی نہیں ہے، کیا دُعائے مغفرت کے لئے کوئی جگہ متعین ہے؟ دُعائے مغفرت کے لئے وہ کونسی جگہ ہے جہاں خدا نہ سنتا ہو؟ جب ہر جگہ سے سنتا ہے تو مدینہ والے کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ مجھ سے مت پوچھو، جو لے جا رہا ہے اُس سے پوچھو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ

﴿جَآءُ وْكَ﴾ آپ کے پاس آئیں۔ اچھا آکر اب کیا کریں ﴿فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ﴾

اللہ سے دُعائے مغفرت کریں۔ دُعا کرنا ہے اللہ سے اور آرہے ہیں رسول کے دَر پر۔ کیا دُعائے مغفرت کرنے کے لئے کوئی مسجد اچھی نہیں ہے، کیا دُعائے مغفرت کے لئے کوئی جگہ متعین ہے؟ دُعائے مغفرت کے لئے وہ کونسی جگہ ہے جہاں خدا نہ سنتا ہو؟ جب ہر جگہ سے سنتا ہے تو مدینہ والے کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ مجھ سے مت پوچھو، جو لے جا رہا ہے اُس سے پوچھو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ

﴿جَآءُ وْكَ﴾ آپ کے پاس آئیں۔ اچھا آکر اب کیا کریں ﴿فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ﴾

اللہ سے دُعائے مغفرت کریں۔ دُعا کرنا ہے اللہ سے اور آرہے ہیں رسول کے دَر پر۔ کیا دُعائے مغفرت کرنے کے لئے کوئی مسجد اچھی نہیں ہے، کیا دُعائے مغفرت کے لئے کوئی جگہ متعین ہے؟ دُعائے مغفرت کے لئے وہ کونسی جگہ ہے جہاں خدا نہ سنتا ہو؟ جب ہر جگہ سے سنتا ہے تو مدینہ والے کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ مجھ سے مت پوچھو، جو لے جا رہا ہے اُس سے پوچھو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ

صرف رسول کے پاس پہنچ کر دُعائے مغفرت کر دینے سے کام نہ چلے گا جب تک کہ ﴿وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ﴾ اے رسول آپ بھی دُعائے مغفرت کریں، جب آپ دُعائے فرمائیں گے ﴿لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ جب یہ اللہ کو توّاب پائیں گے، یہ اللہ کو رحیم بھی

پائیں گے۔ اے محبوب (ﷺ)! مغفرت تو میں ہی کروں گا زبان پہلے آپ کی ہلنا چاہئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ

جب تک رسول کی زبان نہیں ہلے گی تب تک میں مغفرت کا مستحق ہی نہیں سمجھتا۔ ﴿وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ﴾ جب تک رسول استغفار نہ کریں۔ آخر رسول کیوں استغفار کریں؟ یہاں ایک راز کی بات سمجھ میں آئی وہ یہ کہ یعنی اے محبوب! جو میرا گنہگار ہے وہ تمہارا بھی گنہگار ہے۔ جو میرا فرمانبردار ہے وہ آپ کا بھی فرمانبردار ہے۔ اگر کسی نے نماز نہیں پڑھی تو وہ خدا ہی کا گنہگار نہیں بلکہ رسول کا بھی گنہگار ہے اور کسی نے روزہ نہ رکھا، وہ خدا ہی کا گنہگار نہیں بلکہ رسول کا بھی گنہگار ہے۔ جب یہ دونوں کا گناہ کیا ہے تو اُس کو ایسے دَر پر بلوایا جو دونوں کا دَر ہو۔ اے محبوب! میں اُسے تنہا کعبہ اللہ، بیت المقدس، مسجد...... میں بھی بلوا سکتا تھا، وہ تو صرف میرا ہی گھر ہے۔ اس لئے میں نے آپ کے پاس بلوایا، یہ آپ کا بھی دَر ہے میرا بھی دَر ہے تاکہ خدا اور رسول کا گنہگار ایک ہی وقت میں جب پُکارے تو دَرِ خدا سے بھی پُکارے اور دَرِ رسول سے بھی آواز دے۔ پھر اس کے بعد اے محبوب! تم دُعا کرو گے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ تم نے اپنے گنہگار کو معاف کر دیا ہے، تو خدا تعالیٰ بھی معاف فرما رہا ہے ﴿لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ جب تک آپ گنہگار کو معاف نہ کریں گے، ہمارے پاس بھی معافی نہیں ملے گی۔ اس لئے میں کہتا ہوں حقوقِ ربّ تعالیٰ میں حق تلفی کرنے والو! میرا رسول شفاعت کر کے تمہیں نکالے گا، ربّ تعالیٰ انہیں اِذنِ شفاعت دے چکا ہے وہ ماذون ہو چکے ہیں لہٰذا اب نئے انداز سے اِذن لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سرکار (ﷺ) کو یہیں مطمئن کر دیا گیا ہے ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ عنقریب تمہارا ربّ تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ اور حضور شفیع المذنبین ﷺ نے بھی فرما دیا کہ جب تک میرا ایک اُمتی بھی جہنم میں ہو گا میں راضی ہو ہی نہیں سکتا، تو معاملۂ شفاعت کامل ہو چکا ہے، رب کی کرم نوازیاں ہو چکی ہیں۔ خدا نے جہنم میں ڈالا تو رسول کی شفاعت نے نکالا، تو سوچو وہ وقت کتنا خراب ہوگا رسول جسے جہنم میں ڈال دے کون جہنم سے نکال سکے گا۔ دیکھو یا اللہ کہنے والے یا اللہ کہیں، یا

رسول اللہ کہنے والے یا رسول اللہ کہیں، میں کسی سے نہیں روکتا۔ نہ یا اللہ سے روکتا ہوں اور نہ یا رسول اللہ کہنے سے روکتا ہوں، اس لئے کہ یا اللہ کہنا بھی ایک برکت کی چیز ہے یا رسول اللہ کہنا بھی ایک برکت کی چیز ہے مگر اتنا تو مجھ کو معلوم ہے کہ یا اللہ کہنے والے کو ایک ثواب ملتا ہے اور یا رسول اللہ کہنے والے کو دو ثواب ملتے ہیں۔ جب یا اللہ کہا تو ایک ہی نام لیا اللہ۔ جب یا رسول اللہ کہا تو اللہ بھی آ گیا اور رسول بھی آ گئے، مگر شیطان یہ چاہتا ہے کہ تمہیں دو ثواب نہ ملے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ

رسول کی مومنین سے قربت

﴿وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ﴾ اے رسول! آپ بھی دُعائے مغفرت کریں۔ مدینہ منورہ والوں کے لئے یہ نسخہ تو بہت اچھا ہے جب ظلم کریں گے تو پہنچ جائیں گے سرکار کا روضہ ہے جا کر وہاں استغفار کریں گے مگر ہمارے لئے بڑی مشکل ہے۔ ظلم کا سلسلہ کبھی چھوٹتا نہیں ہے اور سرکار ہم سے اتنی دُور ہے بار بار جانے کا موقع نہیں ملتا۔ چند سالوں کے بعد آئے تو بڑی خوش نصیبی کی بات ہے تو بتلاؤ کہ کتنی دشوار ہے تو یہ نسخہ ہم ہندوستانیوں کے لئے کیسے مفید ہوسکتا ہے۔ آپ کو اس کا سیدھا سا جواب دوں:

دل پہ دِلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے
اُن کی سرکار میں کچھ بھی نہیں نیت کے سوا

تم رسول کو اپنے سے دُور کیوں سمجھتے ہو، تمہارا رسول تم سے قریب اور باخبر ہے
﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:۳۳/۶)
نبی کریم ﷺ مومنین کی جانوں سے بھی زیادہ اُن کے قریب ہیں۔

قرآن کا ارشاد ہے بات سمجھ میں آ گئی کہ نبی مومنین کی جان سے زیادہ قریب ہے۔ اب اگر کوئی کہے نبی مجھ سے قریب نہیں ہے چلو ٹھیک ہے جیسا تم سمجھتے ہو۔ مجھے معلوم ہے وہ مومن سے قریب ہے جو مومن نہ ہو، وہ کیسے قریب سمجھے گا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ

اگر چہ ہم دُور ہیں مگر اپنے محبوب کی یاد کے پیالے پی رہے ہیں اس لئے کہ رُوحانی سفر میں منزل کی دُوری کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ دیکھو یاد رکھو روحانیت قریب ہے تو جسمانیت کی دُوری کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ ہم نے دیکھا کہ ابولہب اور ہمارے رسول کے مکان میں صرف ایک دیوار کا فرق تھا مگر ابولہب رسول سے کتنا دُور تھا، میں کچھ بتا نہیں سکتا اور حضرت اویس رضی اللہ عنہ یمن میں تھے مگر کتنے قریب تھے۔ تمہارا رسول تم سے بہت قریب ہے تم کو اس قُربت کا شعور چاہئے۔ تم کو اس قُربت کا ادراک چاہئے، اس لئے کہ حقیقتِ محمدیہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں سرایت کئے ہوئے ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ

رسول کے نائبین

اللہ تعالیٰ نے ﴿جَآءُوْكَ﴾ کہہ دیا۔ تم بارگاہِ رسالت میں آؤ۔ بالقصد آؤ، توبہ واستغفار کے ارادے سے آؤ، دَرد ہو تو شدِّ رِحال وسفر کر کے آؤ، مطلق کو تو مطلق رکھنا ہے جیسے بھی آنا ہو آؤ۔ میں یہ سوچنے لگا کہ ایسا کیوں نہیں کیا گیا کہ کعبہ بہت مقدس جگہ ہے مقام ابراہیم بہت مقدس جگہ ہے وہیں بلا لیا گیا ہوتا۔ اگر صفا ومروہ پر بلا لیا ہوتا، بیت القدس میں بلا لیا ہوتا...... بُلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کہیں بھی بلا سکتا تھا مگر سنو! مشکل پڑ جاتی۔ مشکل یہ پڑ جاتی کہ اگر کعبہ میں بلایا ہوتا تو بغیر کعبہ گئے کام نہ چلتا۔ اگر صفا ومروہ بلایا جاتا، وہاں گئے کام نہ چلتا۔ اس لئے کہ کعبہ کا کوئی جانشین نہیں ہے۔ کعبہ کا کوئی نائب نہیں ہے مسجد احرام کا کوئی وارث نہیں ہے۔ انتہا یہ ہے کہ مسجد نبوی میں بھی نہیں بلوایا، وہاں گئے بغیر بھی کام نہ بنتا اس لئے کہ مسجد نبوی کا بھی کوئی وارث وغیرہ نہیں ہے۔ بلایا تو یہ کہہ کر بلایا ﴿جَآءُوْكَ﴾ اے محبوب! آپ ہی کے پاس آئیں۔ اچھا رسول کے پاس بلوانے میں کیا مصلحت۔ رسول کے پاس بلانے میں مصلحت یہ ہے کہ اگر رسول کے پاس نہ پہونچ سکو تو نائبان رسول کے پاس پہونچ جاؤ، وارثینِ رسول کے پاس جاؤ۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر اصل نہ ملے تو نائب سے بھی وہی کا لیا جاتا ہے جو اصل سے لیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ تیمّم، وضو کا خلیفہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم وضو نہ کرسکو

پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو یا شرعی کوئی مجبوری ہو تو تیمّم کرو۔ تیمّم کر کے وہ سارا کام لے سکتے ہو جو وضو سے لیتے تھے۔ وضو سے تم قرآن چھوتے تھے، تیمّم سے بھی قرآن چھو سکتے ہو، وضو سے نماز و امامت کر سکتے تھے، تیمّم سے بھی کر سکتے ہو۔ جو کام تم وضو سے لیتے تھے وہ تیمّم سے بھی لے سکتے ہو، اس لئے کہ تیمّم وضو کا نائب ہے یہ اس کا خلیفہ ہے، یہ اس کا جانشین ہے۔ اب بات سمجھ میں آ گئی ﴿جَآءُ وْكَ﴾ اے رسول! تمہارے پاس آئیں۔ اگر جسمانی اتنی دُوری ہے کہ نہیں آ سکتے تو آپ کے جانشین کے پاس جائیں۔ غوث جیلانی کے پاس جائیں، داتا گنج بخش علی ہجویری کے پاس جائیں، خواجہ اجمیری کے پاس جائیں، قطب الدین بختیار کے پاس جائیں، محبوب الٰہی کے پاس جائیں، غوث العالم مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے پاس جائیں...... اس لئے کہ اے محبوب نیابتاً یہ آپ کے نائب ہیں اُن کی زیارت آپ کی زیارت ہے اُن کی صحبت میں بیٹھنا آپ کی صحبت میں بیٹھنا ہے اُن کی بارگاہ میں دُعا کرنا آپ کی بارگاہ میں دُعا کرنا ہے۔ اگر یہ دُعائے مغفرت کر دیں آپ کے نائب ہونے کی حیثیت سے قبول ہو گی۔ دُعائے غوث، دُعائے رسول ہے۔ دُعائے خواجہ، دُعائے رسول ہے۔ دُعائے مغفرت کروانے کے لئے بارگاہِ بزرگانِ دین پر بار بار جانا ضروری ہے چونکہ ظلم بھی تو بار بار کر رہے ہیں اس لئے بار بار جا بھی رہے ہیں۔ جب ظلم کی انتہا نہیں تو ہمیں جانے سے کیوں روکا جا رہا ہے **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى بِاَنْ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ**

اب ان ظالموں کے ظلم کو دیکھو کہ یہ ظلم کی انتہا بھی کر رہے ہیں اور بارگاہِ رسول سے دُور بھی ہو رہے ہیں اولیاء کرام کے مزارات سے بھی دُور ہو رہے ہیں۔ اللہ کے رسول کا ہم پر بڑا کرم ہے۔ حضور ﷺ سمندر کے مانند ہیں اور اولیاء دریا کے مانند۔ اب سمندر سے لینے کے کئی طریقے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ تھا کہ سمندر کے اندر خود ہی غوطہ لگائے اور اس طرح اگر کام نہ چلے تو جھک کر نکالو اور اگر کوئی کہے جھکیں گے نہیں اکڑ کر نکالیں گے، ڈول میں رسّی باندھ کر پانی نکالیں گے۔ سمندر کا معاملہ ہے جو رسّی پکڑتے ہیں اُن کو بھی پانی دیتا ہے جو غوطہ لگائے ہیں انہیں بھی دیتا ہے اور جو بھاگتے ہیں انہیں بھی دیتا ہے۔ سمندر ضرور دیتا ہے اگر سمندر نہ

دے، تو اس کے اندر رحمۃ للعالمین کی شان نہیں ہو سکتی۔ رحمۃ للعالمین اپنے فرائض کی تکمیل کر دے گا جتنا استحقاق ہے رحمت ہو گی۔ رحمت تو سب کو دے گا اگر تم سمندر سے منہ موڑ کر بھاگو گے تب بھی سمندر تم کو دے گا۔ فرق یہ ہے کہ بخار بن کر وہ ابر اُٹھے گا، پانی اُوپر سے برس جائے گا۔ بھاگو کہاں تک بھاگو گے۔ پہاڑ کی چوٹیوں کو بھی دے گا اور میدان کی وادیوں کو بھی دے گا وہ تو دینا ہی جانتا ہے اور وہی سمندر کا پانی جب اُٹھا تو بخار کہا، جب پھیلا تو ہم نے بادل کہا، جب برسا تو ہم نے بارش کہا اور جب وہی پانی پہاڑوں سے اُترا تو آبشار کہا، جب وہی آگے بڑھا تو ہم نے اُسے نالہ کہا اور جب وہ آگے بڑھا تو ہم نے اُسے دریا کہا۔ مطلب یہ ہے کہ نام ضرور بدل رہا ہے مگر پانی وہی ہے۔ ہمارے یہاں بہہ رہا ہے اور ہمارے قریب بہہ رہا ہے اس میں بھی اس کی مصلحت ہے کہ سمندر کا پانی ہر ایک شخص نہیں پی سکتا، یہ وہی پئے جو اس میں غوطہ لگائے، وہی اُسے استعمال کر سکتا ہے۔ وہ ہمارے مزاج کے موافق ہمارے نزدیک دریا جاری کر دیا ہے تم سمندر کے آگے نہیں جھکے تھے تو وہ آ کر برس گیا تھا مگر یہ دریا آ کر نہیں برسے گا، بغیر جھکائے نہیں دے گا۔ یہی نبی و ولی کا فرق ہے۔ نبی اکڑنے والوں کو بھی دیتے ہیں، ولی جھکنے والوں ہی کو دیتا ہے۔ دریا کا معاملہ ہے یہ ابر بن کر نہیں آئے گا، یہ تمہارے اُوپر نہیں بَرسے گا۔ جب سمندر رسالت سے بخارات بن کر اُٹھے ہم نے کہا کہ یہ صحابہ کرام ہیں، جب ٹھہر گئے ہم نے کہا کہ تابعین ہیں، جب بَرس گئے ہم نے کہا یہ تبع تابعین ہیں، جب دریا بن کر چلے تو کہا کہ یہ غوث کا دریا ہے، یہ خواجہ کا دریا ہے، یہ نقشبندی دریا ہے، یہ سہروردی دریا ہے اور کئی دریا نکلتے چلے گئے، لوگ پیاسے اب نہ رہے۔ اب یہ بڑی بدقسمتی ہو گی کہ دریا کے کنارے ہو اور پیاسے رہو، کھانا سامنے رہے اور بھوکا مر جاؤ، دوا ہاتھ میں رہے اور بے دوا مر جاؤ، اس میں تو مرنے والے کا قصور ہے دوا کا کیا قصور ہے۔ **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى بِاَنْ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ**

اولیاء اللہ سے ٹکرانے کا انجام

آپ نے دیکھا ہو گا بجلی کے کھمبوں (Electric transformers) پر ایک لال

تختی لگی ہوتی ہے جس پر ’ہوشیار‘ ’خطرہ‘ ’وارنگ‘ لکھا ہوتا ہے۔ یعنی اے راستہ چلنے والو! اے لوگو! بجلی کے کرنٹ سے اندھیرے گھر کو روشن رکھنا مگر اس سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ عام کھمبوں کی طرح نہیں ہے اس کے اوپر بجلی کا تار ہے اور اس تار میں بجلی کا کرنٹ ہے اس سے ٹکرانے کی کوشش کرو گے تو بے جان ہو جاؤ گے۔ بلا تمثیل اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندے اولیاء کا تعارف حرف تنبیہ ’’اَلَآ‘‘ اور حرف تاکید ’’اِنَّ‘‘ لا کر اشارہ فرمادیا کہ میرے اولیاء سے دِل کے اندھیر گھر کو روشن رکھنا اور اُن کے فیض باطنی سے مستفیض اور مستنیر ہونا مگر اُن سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہ عام لوگوں کی طرح نہیں ہیں۔ ان میں مدینہ منورہ کے ہائی پاور ہاؤس کا ایمانی کرنٹ رواں دواں ہے۔ بجلی کے کھمبوں سے ٹکرانے سے جسم و جان کا خطرہ ہے بے جان ہو جاؤ گے...... اور اولیاء اللہ سے ٹکرانے میں اذعان و ایمان کا خطرہ ہے اولیاء سے ٹکراؤ گے تو بے ایمان ہو جاؤ گے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں، اُسے منظور بڑھانا تیرا

ولی سے دشمنی رکھنا خدا سے جنگ کرنا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے ولی کو ایذاء پہنچائی، اُس سے میری جنگ حلال ہو گئی۔ (حلیۃ الاولیاء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اِنَّ اللّٰہَ قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (بخاری شریف)

بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی، میں اُسے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

یعنی ولیوں سے دشمنی رکھنے والے اُن سے دشمنی نہیں رکھتے، درحقیقت وہ خدا کے دشمن ہیں، کیونکہ اولیاء کرام محبوبانِ خدا ہیں اور محبوبوں کا دشمن کبھی دوست نہیں ہوسکتا، بظاہر وہ کتنا ہی خیر خواہ کیوں نہ ہو۔

دشمنانِ اولیاء، خدا سے جنگ کرتے ہیں اصول یہ ہے کہ دورانِ جنگ ایک فریق دوسرے فریق کی سب سے اعلیٰ اور بہتر چیز کو چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا سے جنگ کے دوران اولیاء کے دشمنوں کا ایمان چھین لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمنانِ اولیاء کو بے ایمانی کی حالت میں موت آتی ہے۔ (اعیاذ باللہ منہ)

خُدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً گستاخی اولیاء سے

وَلی پر اعتراض

حضرت غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ، کی شان میں چند درویش نما لوگوں نے خطاب جہانگیر پر چہ میگوئیاں شروع کیں اور کمال جرأت سے خود آکر اعتراض کیا کہ آپ کا لقب جہانگیر کیوں ہے؟ کیا آپ دُنیا بھر کے اولیاء اللہ سے بڑھ کر ہیں؟ جو لقب کسی کو نہ ملا وہ آپ کو کیسے ملا؟ اس میں غرور و نخوت کی بو آتی ہے۔ آپ نے پہلے موعظہ حسنہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ عطیہ شیخ (حضرت علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ) ہے۔ یہ بھی سمجھا دیا کہ تم لوگ مراتبِ ولایت سے نا آشنا ہو۔ کیوں اس بحث میں پڑتے ہو۔ مگر نہ سمجھنے والے کو کوئی کیا سمجھا سکتا ہے، معترض کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا اور زبان درازی بڑھتی گئی۔ حضرت مخدوم پر جلال کا غلبہ ہوا، نظر قہر ڈال کر فرمایا کہ تم اتنا سمجھنے سے عاجز ہو کہ میں جہانگیر ہوں۔ اب میں تم کو دِکھا دیتا ہوں کہ میں جہانگیر بھی ہوں اور جانگیر بھی۔ اس ارشاد کے ساتھ ساتھ معترض و نکتہ چین کی جان نکل گئی۔ (حیاتِ غوث)

’’خزینۃ الاصفیاء‘‘ میں مقام واقعہ رُوح آباد (کچھو چھہ شریف) ظاہر کیا گیا ہے اور معترض کا نام علی قلندر بتلایا ہے جو اپنے ہمراہ پانچ سو قلندروں کو لے کر حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کی مجلس میں بے ادبی کے ساتھ پہونچا اور جس نے اپنی لاطائل باتوں سے مخدوم کے مزاجِ لطیف میں تکدر پیدا کر دیا تھا۔ حضرت مخدوم کے پُر جلال اور غضبناک ہونے پر قلندر دھڑام سے گرا اور وہیں دَم توڑ دیا...... پانچ سو ہمراہی توبہ کر کے مرید ہو گئے۔ (سیر الاخیار، محفل اولیاء)

حضرت غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ، کی مقبولیت حاجی چراغ ہند رحمۃ اللہ علیہ کو ناگوار گذری۔ انہیں دنوں شیخ کبیر سرور پوری تحصیل علم سے فارغ ہو کر کسی مرشدِ برحق کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی چہرہ سرخ فام بزرگ نے اُن کو بیعت کیا ہے وہ اس دیار کے صاحب ولایت بزرگ حاجی چراغ ہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر خواب میں جو نورانی صورت دیکھی تھی نہ پائی۔

چنانچہ اسی فکر اور سوچ میں کچھ دن اسی خانقاہ میں مقیم ہو گئے۔ جب حضرت غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ، کی ولایت کا چرچا ہوا تو گلی گلی کوچہ آپ کے ذکر مقدس سے گونج رہا تھا، لوگوں کے غیر معمولی رجحان کو دیکھ کر شیخ کبیر کے دل میں یہ بات آئی کہ وہ خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر زیارت کا شرف حاصل کریں۔ حضرت مخدوم نمازِ اشراق پڑھ کر ساتھیوں میں تشریف فرما تھے، ابھی شیخ کبیر دُور ہی سے دِکھائی پڑے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ جس دوست کے بارے میں تم لوگوں سے میں کہا کرتا تھا وہ آ گیا، حضرت مخدوم نے فرمایا یہ وہی بچہ ہے جس کے بارے میں میرے مُرشد نے فرمایا تھا۔ خادم نے اُن کے پہونچنے سے پہلے ہی روٹی اور شربت تیار کر کے رکھ لیا۔ شیخ کبیر حاضر ہوئے اور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن سے خواب میں بیعت کی تھی، سر قدموں میں رکھ دیا اور مُرید ہو کر سلسلہ اشرفیہ میں داخل ہو گئے۔ جب شیخ حاجی چراغ کو معلوم ہوا کہ شیخ کبیر، حضرت مخدوم کی بیعت کر لی ہے تو انہیں رنج ہوا اور حالتِ جلال میں فرمایا کبیر جوانی ہی میں مَر جائے گا۔ حضرت شیخ کبیر کو اُسی وقت معلوم ہو گیا کہ شیخ چراغ ہند جلال فرما رہے ہیں، خود حضرت مخدوم کو اس حالت کی اطلاع ہوگئی، فرمایا کہ فرزند کبیر! فکر نہ کرو تم ایک دن پیر کبیر ہو گے لیکن تم بھی اُن کے حق میں کچھ کہو۔ شیخ کبیر نے کہا پہلے حاجی چراغ مرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا پہلے حاجی چراغ کا انتقال ہوا اور پانچ سال بعد شیخ کبیر نے رحلت فرمائی۔ (مرأۃ الاسرار، خزینۃ الاصفیاء، تذکرۃ مشائخ عظام، حیات غوث العالم)

ولی کو آزمانے کی سزا

ظفر آباد میں یہ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا کہ مسخروں نے ایک جنازہ بنایا اور ایک مسخرہ کو اس میں لِٹا کر سمجھا دیا کہ جنازہ حضرت مخدوم کے پاس لے چلتا ہوں، جب وہ نماز پڑھنے کھڑے ہوں اور اللہ اکبر کہیں تو نکل کو ہنسو تا کہ کہ ہم سب لوگ مضحکہ اُڑائیں۔ بہرحال مصنوعی جنازہ حاضر لیے وہ لوگ حضرت مخدوم کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ حضور جنازہ حاضر ہے نماز پڑھا دیجئے۔ مسخروں کا مقصد یہ تھا کہ جب حضرت مخدوم تکبیر کہیں مُردہ اپنی چارپائی سے اُٹھ کر حضرت کے پاس آئے اور سلام کر کے کہے اے حضرت آپ کی کرامت میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ آپ نے مجھ بے جان کو زندہ فرما دیا، اس بنا پر آپ کو شرمندگی ہوگی اور ذلّت ورُسوائی کا سبب ہوگا۔ بدبختوں کو یہ خیال نہ آیا کہ اگر یہ واقعی بزرگ نکلے تو انجام کیا ہوگا۔ حضرت مخدوم نے نورِ باطن سے سارا حال معلوم کر لیا تھا اسی لئے ابتداء میں احتراز فرمایا مگر جب مسخروں اصرار بڑھا تو آپ نے نماز جنازہ پڑھائی، تکبیر اُولی ہی میں وہ شخص جان بحق ہو گیا، اللہ اکبر کہتے ہی مصنوعی مردہ واقعی مردہ ہو گیا۔ مسخرے پیچھے کھڑے ہنس رہے تھے اور متوقع تھے کہ اب مُردہ اُٹھ کر سلام کرتا ہے مسخروں کو انتظار رہا کہ اب مصنوعی مردہ نکل کر ٹھٹھا مارتا ہے لیکن اُس نے جنبش تک نہیں کی، مُردہ نہ اُٹھا تو ہوش اُڑ گئے۔ نماز ختم ہوگئی تو حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جنازہ لے جاؤ اور مردہ کو دفن کرو۔ لوگوں نے دیکھا تو واقعی اُس کو مُردہ پایا۔ بہت مضطرب ہوئے، روئے پیٹے اور پاؤں پر گر کر معافی مانگی، جب کہیں جا کر مُردہ میں زندگی پیدا ہوئی (معارج الولایت) جب یہ کرامت مشہور ہوئی، طالب حق جوق دَر جوق خدمتِ عالی میں حاضر ہونے لگے اور چھوٹا بڑا اقدمبوسی پر ٹوٹا پڑتا تھا۔ (خزینۃ الاصفیار، حیات غوث العالم، سیر الاولیاء محفل اولیاء)

کرامت اور جادو کا مقابلہ

حضرت غوث العالم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ، کا قافلہ جب کچھو چھ شریف اُترا تو قُرب وجوار کے سارے آدمی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے، سب سے پہلے

موضع زمیندار حضرت ملک محمود نے قدم بوسی کی۔ حضرت مخدوم نے اُن پر بہت زیادہ شفقت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے پیر ومرشد نے مجھے یہیں کے لئے قیام کرنے کا حکم دیا ہے۔ تمہارے نزدیک یہاں کون سی جگہ ہمارے رہنے کے لئے مناسب ہے۔ ملک محمود نے عرض کیا کہ حضور یہاں ایک جوگی بڑی اچھی جگہ رہتا ہے لیکن بڑا جادوگر ہے اُسے اپنی سفلی قوتوں پر بڑا ناز ہے وہ کسی روحانی طاقت ہی سے زیر ہوسکتا ہے۔ اگر خادم بارگاہ اُس کو نکال دیں تو بہت نفیس جگہ ہاتھ لگے گی آپ نے آیت کریمہ ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (بنی اسرائیل:۱۷/۸۱) بیشک حق آیا باطل چلا گیا، بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا...... کی تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہی ہمارے لئے کافی ہے۔ بہر حال اُس جگہ کو دیکھ لینا بھی چاہئے۔ کچھ ہمراہیوں اور ملک محمود کو لے کر اُس مقام پر تشریف لے گئے، دیکھتے ہی فرمایا کہ بس یہی جگہ تھی جس کو حضرت شیخ نے دکھایا تھا۔ یہاں سے اُن چند بے دینوں کو نکال دینا بالکل آسان ہے جس کو حضرت مخدوم نے ایک خادم سے فرمایا کہ جوگی سے کہہ دو کہ بس بوریا بستر سنبھالے اور کہیں نکل بھاگے۔ خادم نے جا کر یہی کہہ دیا تو جوگی نے مغرورانہ لہجے میں کہا کہ ہمارا نکلنا کوئی مذاق نہیں ہے ہم اُن کی روحانی طاقت آزمانے کے بعد ہی یہ جگہ چھوڑیں گے، کوئی قوتِ ولایت سے نکالے ورنہ ہمارا نکالنا ہنسی ٹھٹھا نہیں ہے۔ جمال الدین راوَت اُسی دن حضرت مخدوم کے ہاتھ پر مرید ہوئے تھے۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ جاؤ جو بات جوگی دیکھنا چاہے دکھادو۔ جمال الدین جوگی سے بچپن ہی سے ڈرے ہوئے تھے، ہمت نہ پڑی، آپ نے قریب بُلایا، پان کی گلوری چبا کر جمال الدین کے مُنہ میں رکھ دیا، پھر کیا تھا جمال الدین اشرفی کچھوچھ کے شیر بن گئے اور بہادروں کی طرح جوگی کے پاس چلے گئے اور نکلنے کو کہا۔ باہم خوب باتیں ہوئیں، آخر سب جوگی کہنے لگے کہ پہلے کچھ کرامت دکھاؤ تو ایسی باتیں منھ سے نکالو۔ جمال الدین نے کہا کہ ہمارا کام کرامت دِکھانا نہیں ہے لیکن اب تم کہتے ہو تو مجبوری ہے، اچھا بولو کیا دیکھنا چاہتے ہو۔ کہتے ہیں کہ جوگیوں کو طیش آ گیا، جادو کے کچھ منتر پڑھے اور جمال الدین کی طرف پھونکا، ہر سمت سے کالی چیونٹیاں نکل پڑیں، زمین کالی ہوگئی اور ساری چیونٹیاں جمال الدین کی طرف بڑھیں۔ جمال الدین نے حضرت مخدوم کی طرف

توجہ کی اور چیونٹی کی نوچ پر غضب کی نگاہ ڈالی تو کسی کا نام ونشان بھی میدان میں نہ رہ گیا۔ اس کے بعد جادوگروں نے غضبناک شیروں کی فوج بنا کر بھیجی، جمال الدین نے فرمایا کہ بھلا مصنوعی شیر بھی شیرانِ حق کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ آپ نے شیروں پر ایک پُر جلال نظر ڈالی، سارے شیروں نے میدان چھوڑ دیا۔ آخر جوگی خود مقابلہ میں آیا اور اپنا سونٹا ہوا میں اُڑایا۔ حضرت جمال الدین نے مخدوم کے عصا شریف کو اُوپر ہوا میں چھوڑ دیا۔ عصائے مخدومی نے جوگی کے سونٹے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین پر گرا دیا۔ جب جوگی کے طلسماتی حربے ناکام ثابت ہوئے تو اُس نے حضرت مخدوم کی رُوحانیت کا اعتراف کرلیا اور کہا مجھے حضرت مخدوم کی بارگاہ میں لے چلو، میں اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوں گا۔ جوگی نے آ کر حضرت مخدوم کے قدموں سَر رکھ دیا اور مشرف با سلام ہوا۔ حضرت مخدوم نے اُس کا نام عبداللہ رکھا۔ اسی وقت اُس کے تمام چیلے مسلمان ہوگئے۔ سب لوگ اپنی مذہبی کتاب حضرت مخدوم کے سامنے لائے اور آگ میں جلا کر پھونک دیا۔ حضرت مخدوم نے اُن سے بڑی ریاضت کرائی اور تالاب کے کنارے اُن کی نشست کے لئے ایک جگہ مقرر فرمادی۔ کہتے ہیں کہ جوگی کے اسلام لانے پر اُس دن کوئی پانچ ہزار اشخاص مسلمان ہوئے تھے۔ جوگی کے مسلمان ہونے کے بعد حضرت مخدوم نے اپنا سارا سامان اُسی مقام پر منگوالیا جو پہلے جوگیوں کی جگہ تھی اور ہمراہیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ قیام گاہ تجویز فرمایا، سب نے اپنا اپنا حجرہ بنالیا اور خانقاہ اشرفی کی تعمیر تھورے دنوں میں ملک محمود نے کرادی۔ (حیات غوث العالم، خزینۃ الاصفیاء، تذکرہ مشائخ عظام)

☆ ہندو فقراء کا ایک گروہ غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ، کی خدمت میں آیا اور بت خانہ اور بتوں کے جواز واہمیت پر بحث شروع کردی۔ فرمایا تم انھیں پوجتے ہو، ذرا اُن سے اپنی تعریف تو کراؤ۔ پھر آپ نے قریب ہی بت خانہ میں جا کر ایک بت کو اشارہ کیا۔ وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر فوراً آپ کے سامنے آ گیا اور آپ کی تعریف کی۔ یہ زندہ کرامت دیکھ کر تمام ہندو فقراء اور بہت سے ہندو اسی وقت مسلمان ہوگئے۔ (معارج الولایت، سیر الاخیار، محفل اولیاء)

☆ غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ، کی ذاتِ مقدسہ سے

بیشمار کرامات کا ظہور ہوا ہے جو اولیاء کے تذکروں اور کُتُبِ تصوّف میں موجود ہے۔ حضرت مخدوم کی سب سے بڑی کرامت جس کا تسلسل سات سو سال سے ہنوز جاری ہے وہ آپ سے منسوب خاندان اشرفیہ کے سادات اشرفیہ ہیں اور اسی اشرفی بوستان کے مہکتے پھول ہیں حضور شیخ الاسلام تاجدار اہلسنّت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اور غازی ملت سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی۔ خاندانِ اشرفیہ کے پہلے فرزند مخدوم الافاق سید عبد الرزاق نور العین اشرفی جیلانی (۷۶۵ھ) سے شبیہہ غوث اعظم اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ علی حسین اشرفی جیلانی، عالم ربّانی حضرت علامہ سید شاہ احمد اشرف، حضرت سید محمد اشرفی محدث اعظم ہند، حضرت مخدوم المشائخ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی، اشرف العلماء علامہ سید حامد اشرف، شیخ اعظم حضرت سید محمد اظہار اشرف، حضرت سید محمود اشرف اشرفی جیلانی، شیخ طریقت حضرت سید محمد جیلانی اشرفی، حضرت علامہ سید کلیم اشرف، حضرت سید راشد مکی اشرفی جیلانی، حضرت سید نورانی اشرفی جیلانی، حضرت سید حسن عسکری اشرفی، حضرت سید قاسم اشرف اشرفی جیلانی،..........تک سات سو سالوں میں خانوادہ اشرفیہ نے ملّت اسلامیہ کو ایک سے ایک رُوحانی فرزند عطائے کئے جن کے علم وکمال اور فضل وجلال کے آگے صاحبانِ بصیرت گھنٹے ٹیک دیا کرتے ہیں، علم ظاہری کے ہمالہ اور علوم باطنی کے بحر بیکراں، جنہوں نے اپنے اپنے دائرہ کار میں انسانیت کی بے لوث خدمات انجام دیں، فضل وعطا کے موتی بکھیرے، روحانی عظمت کے پرچم لہرائے، علوم باطنی کے دریا بہائے، کروڑوں گشتگانِ معرفت کو عرفان وایقان کی شاہراہ عطا کی۔ عرب وعجم میں آج بھی لاکھوں فرزندانِ اسلامیہ انہیں سادات اشرفیہ کے چشمہ فضل وکرم سے پیاسی انسانیت کو سکون بخش رہے ہیں۔

بے ایمانیوں کا کوئی ولی (حمایتی ومددگار) نہیں

جن لوگوں کو اولیاء اللہ کا دامن نصیب نہیں ہو، وہ گمراہی کے گڑھے میں پڑے ہیں۔ یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ اولیاء کرام سے وابستگی اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ بے یار ومددگار رہنا ہی بہت بڑا عذاب ہے۔

﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِنْ بَعْدِهٖ﴾ (الشوریٰ:۴۲/۴۴)

اور جسے اللہ گمراہ کرے اُس کا کوئی ولی (رفیق) نہیں، اللہ کے مقابل۔ (یعنی گمراہ کا کوئی مددگار نہیں)

﴿وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ (الکہف:۱۸/ ۱۷)

اور جسے گمراہ کرے تو، ہرگز اُس کا کوئی (ولی مرشد) حمایتی رہ دِکھانے والا نہ پاؤ گے (گمراہ کا نہ کوئی مددگار رہے نہ کوئی مُرشد ورہبر)

﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ (الشوریٰ۴۲/ ۴۶)

اور اُن کے کوئی دوست نہ ہوئے کہ اللہ کے مقابل اُن کی مدد کرتے اور جسے اللہ گمراہ کرے اُس کے لئے کہیں راستہ نہیں۔

(یعنی کفار کو جن دوستوں پر دُنیا میں بھروسہ تھا، یا جن قرابت داروں کے متعلق اُن کا خیال تھا کہ قیامت میں ہماری مدد کریں گے وہ کوئی مدد نہ کریں گے)

﴿فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَ مَا لَهُمْ مِنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ (الروم:۳۰/ ۲۹)

تو اُسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا اور اُن کا کوئی مددگار نہیں (بے یار مددگار رہونا کفار کا عذاب ہے)

﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ (المومن:۴۰/ ۱۸)

ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

﴿وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ﴾ (البقرہ:۲/ ۱۰۷)

نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار)

اولیاء کرام خدائی طاقت کے مظہر ہیں

دولتِ ایمان سے مشرف ہونے کے بعد اہلِ عزم وہمت ترقی کے مختلف درجات طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس بلند مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔

جس کی رضاحت حضور رحمت عالمیان ﷺ نے یوں بیان فرمائی کہ

لا یزال العبد یتقرّب الیّ بالنوافل حتی احببته فاذا احببته کنتذ سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصرُ به (بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بندہ نفلی عبادات سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

جب بندے کے قرب نوافل کے ذریعے درجہ محبوبیت پر فائز کر دیا جاتا ہے تو نور جلالِ خداوندی اس کی آنکھوں میں آجاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا: **و بصره الذی یبصر به** (بخاری شریف) اور میں اس کی بصارت بن جاتا ہوں وہ اس سے دیکھتا ہے۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفاتِ خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کیوں کر نہ سن لے گا۔ یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالی کی تجلّی کا ظِل ہے عکس ہے اور پرتَو ہے۔ پرتَو اور ظِل غیر مستقل ہوتا ہے اور پرتَو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قُرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ 'سطعات' میں تحریر فرماتے ہیں: اہلِ وِلایت ایک صفت سے دوسری صفت میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ برف کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ برف پگھل کر پانی بن گئی۔ اس کے بعد آگ جلتی رہی۔ یہاں تک کہ پانی کی ٹھنڈک ختم ہوئی اور اس میں فتور آگیا۔ اس کے بعد بھی آگ جلنے کا عمل جاری رہا یہاں تک کہ پانی گرم ہوگیا۔ آگ پھر بھی جلتی رہی یہاں تک کہ وہ پانی ان خصوصیات کا حامل بن گیا جو آگ میں ہیں، مثلاً کسی چیز کو پکا ڈالنا یا انسان کے بدن پر آبلہ ڈال دینا۔ ان تمام تبدیلیوں نے (اس پانی کو) پانی ہونے کی حقیقت سے نہیں نکالا (یعنی آگ کی خاصیتوں کے پیدا ہو جانے کے باوجود گرم پانی، پانی ہی رہا، آگ نہیں بنا) البتہ یہ ضرور ہے کہ پانی کی حقیقت، آگ کی حقیقت

کے قریب تر ہوگی۔ اسی طرح صوفیائے کرام کی فنا و بقا (**فانِی فِی اللّٰه و باقِی باللّٰه**) اُن کو انسانی حقیقت سے خارج نہیں کرتی بلکہ اس نے انہیں انسانیت کے ان اوصاف سے دور کر دیا جو حیوانات (جانوروں اور درندوں) کے مماثل تھے اور (انسانیت کے اُن اوصاف) کے قریب کر دیا جو ملائکہ اور ان کے بعد عالم جبروت سے مناسبت رکھنے والے ہیں (سطعات۔ اردو ترجمہ مولانا سید محمد متین ہاشمی)

☆ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ قصیدۂ غوثیہ میں فرماتے ہیں

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعاً
کَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُکْمِ اِتِّصَالٖی

میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کی طرف دیکھا، تو وہ سب مل کر رائی کے دانہ کے برابر تھے۔

وَعزّتِ ربّی أن السُّعَدآء والاَشقِیَاء یُعرَضون علیَّ وأن عَینِی فی اللّوحِ المَحفوظِ وانا غائصٌ فی بِحارِ عِلمِ اللّٰه (زبدۃ الاسرار و بہجۃ الاسرار)

مجھے رب العزت کی قسم! بیشک سُعدا اور اشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوح محفوظ میں دیکھتی ہے۔ میں عِلم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں۔

☆ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لوح محفوظ است پیش اولیاء
از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

یعنی، لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطا سے محفوظ ہے۔

☆ امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: میں لوح محفوظ میں دیکھتا ہوں۔ (تفسیر مظہری)

☆ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''فقہ اکبر''، حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''جامع کبیر''، طبری و ابونعیم نے حضرت حارث سے روایت کی کہ ایک بار میں

حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھے فرمایا کہ اے حارث! تم نے کس حال میں دن پایا؟ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہو کر۔ پھر فرمایا، تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ میں نے عرض کیا:

كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى عَرْشِ رَبِّيْ بَارِزًا وَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا وَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى أَهْلِ النَّارِ يَتَضَاعَوْنَ فِيْهَا

میں گویا عرشِ الٰہی کو ظاہر اُ دیکھ رہا ہوں اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھتا ہوں۔

محتاج کا جب یہ عالم ہے تو مختار کا عالم کیا ہوگا؟ جب اس آفتاب عالمتاب کے ذرّوں کی نظر کا یہ حال ہے کہ جنت و دوزخ، عرش و فرش، جنتی و دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کوئی چیز اُن سے پوشیدہ نہیں تو آفتاب کونین، سراجاً منیرا ﷺ کی نظر کا کیا پوچھنا، کیا اُن کی نگاہِ نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے؟...... ہرگز نہیں!

دلِ فرش پر ہے تری نظر، سرِ عرش پر ہے تری گزر
ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

☆ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جن کے مزار پُر انوار پر خواجہ خواگان حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے چلّہ کیا، فیضِ باطنی حاصل کرنے کے بعد یہ شعر آپ کی شان میں فرمایا جو آج بھی وہاں کُندہ ہے:

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی جھونپڑی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہندوؤں کی بارات قریب سے گزری۔ جھونپڑی کے قریب آتے ہی وہ راستہ بھول گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک فقیر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ ہندو، داتا صاحب علیہ الرحمہ کے پاس آئے اور کہا، اے فقیر! ہم راستہ بھول گئے ہیں، ہمیں راستہ بتادو۔ حضرت نے فرمایا: راستہ بتادوں یا دِکھادوں؟ انہوں نے کہا دِکھادو۔ داتا صاحب علیہ الرحمہ نے توجہ فرمائی تو اُن کو روضہ مصطفیٰ

ﷺ نظر آگیا، وہ تمام ہندو مسلمان ہوگئے۔ (مقاماتِ اولیاء)

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ "کشف المحجوب" میں لکھتے ہیں، یہ بات مشہور ہے کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں مریدوں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اے شیخ! ہمیں کوئی ایسی نصیحت فرمائیے جس سے ہمارے دِلوں کو راحت اور سکون نصیب ہو۔ آپ نے اُن کی درخواست قبول نہ فرمائی اور فرمایا کہ جب تک میرے شیخ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں، میں کوئی نصیحت نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ آپ ایک رات سو رہے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے جنید! لوگوں کو نصیحت کی باتیں کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے کلام کو ایک عالَم کی نجات کا سبب بنادیا ہے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو دِل میں خیال پیدا ہوا کہ میرا درجہ شاید میرے شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ سے بڑھ گیا، اسی لئے تو حضور ﷺ نے مجھے وعظ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی بھیجا کہ جب جنید (رحمۃ اللہ علیہ) نماز ادا کرلے تو اُسے کہو کہ مریدوں کے کہنے سے تم نے انہیں کوئی نصیحت نہ کی اور مشائخ بغداد کی سفارش بھی تو نے رد کردی اور میں نے پیغام بھیجا تب بھی تم نے وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری نہ کیا۔ اب حضور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے شیخ کے اس ارشاد کے بعد میرے دل میں جو اپنے درجے کی بلندی کا خیال پیدا ہوا تھا وہ نکل گیا اور مجھے معلوم ہوگیا کہ حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ میرے تمام احوال ظاہر و باطن سے آگاہ ہیں اور انہی کے صدقے مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے اور آپ کا درجہ میرے درجہ سے بہت بلند ہے کیونکہ آپ میرے اسرار پر آگاہ ہیں اور میں آپ کے احوال سے بالکل بے خبر ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خیال سے استغفار کیا اور پھر آپ سے پوچھا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خواب میں اپنی ملاقات کی شرف بخشا اور مجھے فرمایا کہ میرے محبوب ﷺ نے جنید کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نصیحت

کریں تاکہ بغداد والوں کو مُراد پوری ہو۔ اس حکایت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مُرشد جس حالت میں بھی ہو اپنے مریدوں کی حالات سے آگاہ ہوتا ہے۔ (کشف المحجوب)

☆ صاحبِ قصیدہ بُردہ علامہ بوصیری رحمۃ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز اچانک مجھے فالج پڑا اور میرا نصف حصہ بےحِس ہوگیا۔ اس مصیبت کی حالت میں میرے ضمیر نے مشورہ دیا کہ ایک قصیدہ حضور ﷺ کی مدحت میں لکھوں اور اُس کے ذریعہ اُس باب الشفاء سے اپنے لئے شفا طلب کروں۔ چنانچہ اسی حالت میں مَیں نے اس قصیدۂ مبارکہ کو لکھا۔ خواب میں اُس مسیح کونین شفاءِ دارین ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسی عالمِ رؤیا میں یہ قصیدہ حضور ﷺ کے سامنے پڑھا۔ بعد اختتام قصیدہ میں نے دیکھا کہ نبی مکرم ﷺ میرے اعضاء حقیرہ پر اپنے دستِ نوری کو پھیر رہے ہیں۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے اپنے کو بالکل صحت یاب پایا۔ اسی خوشی اور فرحت و مسرت میں علی الصباح میں اپنے گھر سے نکلا تو راستہ میں شیخ ابو الرجاء الصدیق ملے جو اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے اور مجھے فرمانے لگے اے امام وہ قصیدہ سناؤ جو حضور ﷺ کی مدحت میں تم نے تالیف کیا ہے۔ چونکہ اس قصیدہ شریف کا علم سوا میرے کسی کو نہ تھا۔ میں نے اُن سے عرض کیا، حضرت کون سا قصیدہ آپ چاہتے ہیں؟ میں نے حضور ﷺ کی مدحت میں اکثر قصائد لکھے ہیں۔ شیخ ابوالرجاء نے فرمایا: وہ قصیدہ سناؤ جس کا مطلع یہ ہے۔

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِىْ سَلَمٖ
مَزَجْتُ دَمْعًا جَرىٰ مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٖ

میں نے حیرت سے عرض کیا یَا اَبا الرّجاء من أين حفظتَها اے ابوالرجاء! یہ قصیدہ آپ میں نے کہاں سے یاد کیا؟ میں نے یہ قصیدہ حضور ﷺ کے سوا کسی کو اب تک نہیں سنایا ہے، نہ کوئی شخص اس وقت تک میرے پاس آیا جس کو یہ قصیدہ میں نے سنایا۔ ابوالرجاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لقد سَمعتُها البَارحةَ تنشدُها بَينَ يَدى النَّبِيِّ ﷺ و هُو يتَمايَل و يتحرّكُ استحساناً تحرك الاغصان المثمرة بهُبُوبِ نَسِيم الرِّياحِ

اے بوصیری! یہ قصیدہ گذشتہ رات میں نے اُس وقت سُنا جب تم دربارِ رسالت پناہ ﷺ میں عرض کر رہے تھے اور حضور ﷺ اس قصیدہ کو سُن کر اظہار پسندیدگی

کے لئے پھلوں سے بھر ہوئی ڈالی کی طرح ایسے تمایل و تحرک فرما رہے تھے جیسے وہ ڈالی نسیم ریاح کی حرکت سے ہلنے لگتی ہے۔

بوصیری فرماتے ہیں کہ یہ سُن کر میں نے علی الفور وہ قصیدہ اُن کی خدمت میں پیش کیا، بس اس کے بعد شہر بھر میں یہ خبر عام ہوگئی۔

☆ حضرت غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ، سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے دہلی سے جب بہار شریف پہونچے تھے اُسی دن حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۰۲ھ) کا وصال ہوا تھا۔ (حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشاہیر مشائخ اور اولیاء کِبار میں نمایاں اَوصاف حمیدہ اور صفات صالحہ کے حامل تھے) حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کو نورِ ولایت سے حضرت مخدوم کی آمد معلوم تھی اسی لئے سب خادموں اور وارثوں کو وصیت فرمائی تھی کہ ایک صحیح النسب سید فرزندِ رسول تارک سلطنت اور ساتوں قرأتوں کا حافظ آرہا ہے میرے جنازہ کی نماز وہی پڑھائے۔ چناچہ لوگ منتظر تھے ابھی ذرا سی دیر ہوئی تھی کہ شیخ جلائی نامی ایک بزرگ آبادی سے باہر آکر تلاش کرنے لگے کہ کوئی آتا ہو۔ آپ بہار شریف پہنچتے ہی شہر میں داخل ہوگئے، شیخ جلائی نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ انھیں کی تلاش ہم کو ہے، دوڑ کر پوچھا کہ آپ سید ہیں۔ آپ نے بڑی عاجزی سے فرمایا کہ ہاں۔ اسی طرح سب علامتوں کو پوچھا جب سمجھ گئے کہ انھیں کے متعلق حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کی وصیت فرمائی ہے تو آپ کو حضرت مخدوم الملک کے خلفاء سے ملایا اور جنازہ کے پاس لئے گئے، سب لوگوں نے آپ سے نماز پڑھانے کو کہا، پہلے تو آپ نے بطورِ انکسار انکار فرمایا اور پھر اصرار سے مجبور ہوکر نماز پڑھائی۔

بندہ جب مقام محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے اُس پر انوارِ الٰہی کی برسات ہونے لگتی ہے، انوارِ قُدسیہ اُس کے حواس، اعضاء و جوارح اور آلات بن جاتے ہیں۔ نورِ خداوندی اس کے رگ و ریشہ میں اثر انداز ہوتا ہے اس طرح یہ مقرب بندہ صفاتِ اِلٰہیہ کا مرکز و مظہر بن جاتا ہے وہ اللہ کے نور سے سنتا، اسی کے نور سے دیکھتا، اسی کے نور سے چلتا، اسی کے نور سے پکڑتا،

اسی کے نور سے سوچتا، اسی کے نور سے بولتا اور اسی کے نور سے تصرّف کرتا ہے اس کی طاقت اور تصرّف کے سامنے مسافت کا قُرب و بُعد حائل نہیں ہوتا۔ ایک مقام پر بیٹھ کر وہ پوری دُنیا میں تصرّف کرسکتا ہے کیونکہ وہ انوارِ قُدسیہ کا مہبط اور صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے۔

’بندے کا اللہ تعالیٰ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر اطلاع پالینا اسی کے نور سے ہے اور یہ (بندے کا غیب پر اطلاع پالینا) کوئی انوکھی بات نہیں، اور یہی مطلب ہے فرمانِ خداوندی کا کہ میں اس محبوب بندے کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے لہٰذا حق تعالیٰ جس کی آنکھ بن جائے اس کا غیب کو پالینا کوئی انوکھی اور اچھنبے کی بات نہیں۔ (نسیم الریاض شرح شفا شریف)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بندہ جب اطاعت وفرمانبرداری پر ہمیشگی اختیار کرے تو وہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُس کے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں، پس جب خداوندی کا نور بندۂ محبوب کے کان ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دُور کی آوازیں سنتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا نورِ جلال اُس کی آنکھ بن جاتا ہے تو وہ قریب اور دُور کو دیکھ لیتا ہے اور جب جلالِ الٰہی کا نور اُس کے ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ مشکلات اور آسانیوں میں دُور اور نزدیک میں تصرف (قبضہ واختیار) پر قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

حضرت مُلّا علی قاری فرماتے ہیں ’شیخ کبیر امام ابو عبد اللہ اپنی عقائد کی کتاب میں فرماتے ہیں: ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بندہ رُوحانی کیفیت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو اُسے غیب کا علم حاصل ہو جاتا ہے اور اُس کے لئے زمین سمٹ جاتی ہے اور وہ پانی پر چلتا ہے اور نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ (مرقاۃ)

کرامات

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو اختیارات، تصرُّفات، کرامات عطا فرمایا ہے۔ اولیائے کرام سے جو بات عادت کے خلاف ظاہر ہو اُسے کرامت کہتے ہیں۔ اولیائے کرام کی کرامتیں بے شمار ہیں اُن میں سے چند کرامتیں یہ ہیں۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ایک مرغی کی ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ" یعنی اے مرغی! اللہ کے حاکم سے زندہ ہو جا، تو وہ

مرغی زندہ ہوگئی۔ اور ایک مرتبہ خلیفہ منتجد باللہ نے اشرفیوں کی تھلیاں آپ کی خدمت میں نذر پیش کیں۔ آپ نے ان تھیلوں کو نچوڑا تو اُن میں سے خون بہنے لگا، آپ نے فرمایا اے خلیفہ! تجھے شرم نہیں آتی کہ لوگوں کا خون چوس کر میرے پاس لائے ہو۔ خدا کی قسم اگر مجھے خاندانِ رسول ہونے کا احترام نہ ہوتا تو اس خون کو اتنا بہنے دیتا کہ تمہارے محلوں تک پہونچ جاتا۔ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجمیر کے ایک بڑے تالاب کا پانی ایک پیالہ میں لے لیا تو وہ تالاب اتنا سوکھ گیا کہ گویا اس میں کبھی پانی موجود ہی نہ تھا۔ کرامت کا انکار کرنا گمراہی و بدمذہبی ہے۔ (بہارشریعت)

اولیاء اللہ سے محبت رکھنی اور اُن کے افعالِ حَسَنہ (اچھے کاموں) کی پیروی کرنی باعثِ سعادت ہے۔ ولایت کے لئے کرامت کا ظاہر ہونا شرط نہیں البتہ شریعت کی پابندی ضروری ہے۔ اولیاء اللہ کو سوتے یا جاگنے میں بعض راز کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں ان کو کشف والہام کہتے ہیں اگر وہ بہ ظاہر موافق شرع ہیں تو قابل قبول ہیں ورنہ نہیں۔

اولیاء اللہ کو وسیلہ ٹھہرا کر بارگاہ الٰہی میں التجا کرنی اور دُعا مانگنی جائز ہے مثلاً یوں کہے کہ الٰہی فلاں بزرگ کے وسیلہ سے یا تصدّق وطفیل میں میرا کام کردے۔

مرتبۂ ولایت

مرتبۂ ولایت پر فائز ہونے کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے عارف باللہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرتبۂ ولایت کے حصول کی یہی صورت ہے کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ آئینۂ دل پر آفتاب رسالت کے انوار کا انعکاس ہونے لگے۔ اور پَرتوِ جمال محمد علیٰ صاحبہ اجمل الصَّلوٰت واَطیَبُ التسلیمات قلب و رُوح کو منور کردے اور یہ نعمت انھیں کو بخشی جاتی ہے جو بارگاہِ رسالت میں یا حضور کے نائبین یعنی اولیاءِ اُمت کی صحبت میں بکثرت حاضر رہیں۔

اولیاء کرام میں دو قسم کی قوتیں ہوتی ہیں۔ (۱) اثر قبول کرنے کی (۲) اثر کرنے کی۔

پہلی قوت کی وجہ سے وہ بارگاہِ الٰہی سے فیض وتجلّی کو قبول کرتے ہیں اور دوسری قوت سے وہ ان ارواح وقلوب کو فیض پہنچاتے ہیں جن کا اُن سے رُوحانی لگاؤ اور قلبی مناسبت ہوتی

ہے۔اس لئے اگر کوئی شخص انکار اور تعصّب سے پاک ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو وہ اُن کے فیوض و برکات سے ضرور بہرہ مند ہوتا ہے۔

علماء کرام اور اولیاء عظام

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کا سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع فرما کر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سلسلہ کو ختم فرما کر نبوّت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند فرما دیا، تاہم ہدایت کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھلا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصلاحِ باطن اور اصلاحِ ظاہر کے لئے تشریف آئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینی علوم، روحانی علوم، تمام علوم کا مرکز ہیں۔ چونکہ اب دُنیا میں کوئی نیا نبی اور رسول تشریف نہیں لائے گا اس لئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہماری نگاہوں سے روپوش ہونے کے بعد ہدایت و اصلاح کا یہ کام اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلمہ کے دو عظیم گروہوں کے سپرد فرمایا۔ایک کی توجہ ہے قلب کی طرف، اور ایک کی توجہ ہے قالب کی طرف۔ایک ہے جو قلب کی صفائی کر رہا ہے اور ایک ہے جو قالب کی نقش و نگار اُتار رہا ہے۔ایک ہے علماء کی جماعت اور ایک ہے مشائخ (اولیاء) کی جماعت۔اولیاء کی نظر قلب پر اور علماء کی نظر قالب پر۔ظاہر کی اصلاح کی ذمہ داری علمائے دین کے سپرد ہوئی جب کہ باطن کی اصلاح کا کام صوفیاء و اولیاء کو سونپا گیا۔جن پاکانِ اُمت کو دین کے ظاہر کی حفاظت پر مامور فرمایا گیا، وہ علماء، مفسّرین، مُحدِّثین، مُجدِّدین، مجتہدین، مجاہدین، مصلحین اور مبلغین کہلاتے ہیں جب کہ جن نفوس قدسیہ کے دم قدم سے دین کا باطنی نظام رواں دواں ہے وہ صوفیاء، فقراء، اولیاء (غوث و قطب) کہلاتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ (علماء و اولیاء) ہر دور میں اپنا فریضہ بڑی جانفشانی اور محنت سے ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کے مسائل سے آگاہی، دین کی ترویج و اشاعت، عقائد کی درستگی، شریعت کا نفاذ اور مساجد و مدارس کا قیام علماء فرماتے رہے، جب کہ اخلاص نیت، حضور قلب، توکل، صبر و شکر، تسلیم و رضا، یقین و احسان، فنا و بقا، تزکیہ و تصفیہ اور منازلِ سلوک اولیاء وصوفیاء طے کرواتے رہے۔آسمان کی زینت چاند اور تاروں سے ہے تو زمین کی زینت اولیاء

اللہ سے ہے۔ظاہری نور چاند و سورج سے ملتا ہے اور باطنی نور اولیاء اللہ سے ملتا ہے۔کشتی بغیر ملاّح کے نہیں چل سکتی ہے اسی طرح حیات کی کشتی اولیاء اللہ کے بغیر منزلِ مقصود تک نہیں پہونچ سکتی ہے۔جس طرح جسم کے درمیان رگوں سے رشتہ قائم ہے اسی طرح اولیاء اللہ، رسول کے زندہ معجزہ ہوا کرتے ہیں۔اس لئے کہ اولیاء اللہ کے کمال سے رسول کے کمال کا پتہ چلتا ہے۔ عام لوگ دُنیا میں آتے ہیں اور انبیاء اولیاء دُنیا میں بھیجے جاتے ہیں۔آنے اور بھیجے جانے میں فرق ہے اس لئے کہ آنا اپنی ذمہ داری پر ہوتا ہے اور بھیجنا بھیجنے والے کی ذمہ داری پر ہوتا ہے۔ظاہری عضوء کو پاک کرنا علماء کا کام ہے اور دِل کا پاک کرنا اولیاء کا کام ہے۔نماز میں جسم پاک کرا دینا، قبلہ رو کھڑا کر دینا، اس شرائط و ارکان ادا کرا دینا علماء کا کام ہے مگر نماز میں خلوصِ حضورِ قلب، اس کا ریاء سے پاک ہونا اولیاء اللہ کے ذریعہ۔گویا شرائط ادا علماء پورے کراتے ہیں اور شرائط قبول اولیاء۔ علماء پڑھاتے ہیں اولیاء پلاتے ہیں۔ ایمان کی لازوال نعمت علماء سے ملتی ہے اور ایمان کی حفاظت اولیاء اللہ سے ہوتی ہے۔شریعت کے حامل کو علماء کہتے ہیں اور طریقت کے حامل کو اولیاء کہتے ہیں۔ جہاں شریعت ختم ہوتی ہے وہیں سے طریقت شروع ہوتی ہے۔علماء کے دربار میں زبان سنبھال کر رکھنا چاہئے اور اولیاء کی بارگاہ میں دل سنبھال کر رکھنا چاہئے۔اس لئے کہ اولیاء دِل کے خطرات سے واقف ہوتے ہیں۔علماء کا درس ایک مدت میں حاصل ہوتا ہے اور اولیاء کی ایک نگاہ کرم سے منٹوں میں دِل کی دُنیا بدل جایا کرتی ہے۔علماء سُناتے ہیں اولیاء کر کے دِکھاتے ہیں۔سچا عالم وہ ہے جو فرمانِ اِلٰہی اور فیضانِ اِلٰہی دونوں کا جامع ہو۔ جاہل کے مقابلہ میں شیطان، عالم کو زیادہ ورغلاتا ہے۔شیطان جانتا ہے کہ ایک عاَلم کے بگڑنے سے سارا عاَلم بگڑ سکتا ہے۔کسی مذہب میں عاَلم کا ہونا حقانیت کی دلیل نہیں ہے مگر ولی کا ہونا حق ہونے کی دلیل ہے۔اس لئے کہ عاَلم، رسول کی سُناتا ہے اور ولی رسول کو دِکھاتا ہے۔میدانِ محشر میں سبھوں کو خوف ہوگا اور اولیاء اللہ بے خوف ہوں گے اس لئے کہ اور لوگ حساب دینے جائیں گے اور اولیاء حساب لینے جائیں گے۔

سراج الاولیاء علامہ جلال الدین رومی اپنی شہرہ آفاقی تصنیف ''مثنوی شریف'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

لوحِ محفوظ است پیش اولیاء
ازچہ محفوظ است محفوظ از خطا

لوحِ محفوظ اولیاء اللہ کی نگاہوں میں ہے اس لئے کہ یہ حضرات گناہوں سے محفوظ ہیں۔

مقبول بندے کی نگاہ ایک آن میں زنگ آلود دِل کو صاف کر کے اس پر صیقل کر دیتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے برسوں کے مجرم جادوگر مومن صحابی صابر اور شہید ہو گئے۔ حضور غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی ایک نظر سے چور قُطب ہو گئے اس لئے صوفیاء فرماتے ہیں:

ایک زمانہ صحبت با اولیاء	بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ایک زمانہ صحبت با انبیاء	بہتر از ہزار سالہ طاعت بے ریا
ایک زمانہ صحبت با مصطفیٰ	بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

قرآن مجید اور کعبۃ اللہ کا دیکھنے والا صحابی نہیں مگر نبی کریم ﷺ کو اخلاص سے دیکھنے والا صحابی ہے۔ معلوم ہوا کہ اعمال سے زیادہ صحبت اثر کرتی ہے۔

عالمِ نزع میں ولی اللہ کو توجہ

علماء اور اولیاء (مشائخ) دونوں کے تعلق اتنے گہرے کہ ایک کے بغیر دوسرے کا کام نہیں چلتا۔ ایمان عالمِ دین سے ملتا ہے، مگر ایمان کی حفاظت اولیائے کرام سے ہوتی ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ، علماء کے شاگرد ہوتے ہیں۔ اولیاء (مشائخ)، علماء سے علم حاصل کرتے ہیں اور یہ علماء، اولیاء سے بیعت ہوتے ہیں (مُرید ہو جاتے ہیں)۔ یہ دونوں جماعتیں گویا اعمال وایمان کے دو بازو ہیں جیسے پرندہ دونوں بازوؤں کے بغیر نہیں اڑ سکتا، ایسے ہی ہمارے اعمال ان دو جماعتوں کے مدد کے بغیر بارگاہِ ربّ العالمین تک نہیں پہنچ سکتے، یہ دونوں جماعتوں زندگی کا گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ علماء اور اولیاء دونوں میں ایسا رابطہ ہو گیا کہ نہ ولی کہہ سکے کہ ہمیں عالم کی ضرورت نہیں، اور نہ ہی عالم کہہ سکے ہمیں ولی کی ضرورت نہیں۔ ہم نے تو ایک موقع پر ایک زبردست عالم کا حال دیکھا ہے۔ اپنے وقت کا بہت بڑا امام، بہت بڑا

مفکر، اپنے وقت کا بڑا ہی ذی علم جس کو فخر الدین رازی رضی اللہ عنہ کے نام سے آپ کے جانتے ہیں۔ ایک ایسا وقت آ گیا تھا کہ انہیں بھی اپنے مُرشد کی ضرورت ہو گئی تھی۔ جب انسان کا نزع کا وقت قریب آتا ہے تو شیطان پوری کوشش کرتا ہے کہ کسی طریقہ مرنے والے کا ایمان ضائع کیا جائے کیونکہ اس وقت جو ایمان سے پھر گیا، تو پھر کبھی نہ لوٹے گا، چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو نزع کی حالت میں شیطان آ گیا، توحید کے دلائل سمجھنا چاہتا ہے، کہنے لگا: اے رازی! تم نے عمر بھر مناظرے کیے، کیا تم نے خدا کو پہچانا؟ آپ نے فرمایا بے شک خدا ایک ہے۔ اس نے کہا اس پر دلیل؟ آپ نے دلیل پیش کی۔ شیطان نے دلیل رَد کر دی اور وسوسوں کی یلغار کر دی اور آپ کو سوال کر کے پریشان کرنے لگا۔ امام فخر الدین رازی دلیل دیتے چلے جا رہے ہیں حتیٰ کہ آپ نے تین سو ساٹھ دلیلیں پیش کیں، شیطان نے سب ہی رد کر دیں۔ سوالات کے جواب دیئے مگر اس کی تشفی کسی طرح نہ ہو سکی۔ وہ دلیل مانگتا جا رہا ہے اور یہ سخت پریشانی میں مایوس ہوتے جا رہے ہیں کہ اب کیا کیا جائے۔ ادھر تقریباً (۳۰۰) میل کے فاصلے پر حضرت پیر نجم الدین کُبریٰ رضی اللہ عنہ مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے جلال میں آ کر اپنا لوٹا دیوار پر مارا اور بولے، تم صاف کیوں نہیں کہتے کہ میں نے خدا کو بے دلیل مانا ہے، یہ بات امام فخر الدین رازی تک رُوحانی طریقے سے فوراً پہنچ گئی اور یوں اُن کی شیطان سے خلاصی ہوئی، یہ سنکر شیطان چلا گیا۔ جب مریدوں نے حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے لوٹا دیوار پر مارنے کا سبب پوچھا تو انھوں نے امام رازی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، اگر وہ مزید شیطان کے سوالوں کا جواب دے دیتے تو اُن کا ایمان خارج ہو جاتا...... لہٰذا میں نے اُن کو یہاں سے ہی متنبہ کر دیا کہ تم خدا کو بے دلیل مان لینے کا اقرار کرو...... یوں اللہ تعالیٰ نے ایک جید عالم کے ایمان کا تحفظ کر لیا اور ایک کامل مرشد کا ہی کام ہے کہ وہ باطنی طور پر اپنے مرید کا تحفظ اور نگرانی کرے۔ آج بھی دلیلیں مانگیں جاتی ہیں جو علماء صالحین سے ثابت ہیں اور اولیاء کاملین سے ثابت ہیں اور اہل علم کی کتابوں سے ثابت ہیں۔ ان نظریات کے لئے دلیل مانگی جاتی ہے۔ جب دلیل دی جاتی ہے تو اس میں شک ڈالا جاتا ہے۔ کیا ہی اچھا جواب ہوتا کہ

اگر تم بھی دلیل مانگنے والوں سے کہہ دو کہ دلیل تو علماء کا منصب ہے ہم تو بلا دلیل ہی مانتے ہیں۔اس لئے کہ حدیث

مَارَآہُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ

جس کو مومنین اچھا کہہ دے وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اولیاءاللہ اور تبلیغِ اسلام

آج برصغیر (ہندو پاک) کی سرزمین پر جو کروڑوں مسلمان دکھائی دیتے ہیں تو یہ کسی بادشاہ، سپہ سالا، جرنیل کی تبلیغ کا نتیجہ نہیں ...... بلکہ یہ لوگ اولیائے عظام (حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت قطب الدین بختیار کا کی، حضرت نظام الدین محبوب الٰہی، حضرت خواجہ سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز، حضرت غوث العالم مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی، حضرت سید علی حسین اشرفی کچھوچھہ شریف......) اور علماء کرام (حضرت شاہ عبدالحق مُحدِّث دہلوی، حضرت مُجدِّد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دہلوی، حضرت فضلِ حق خیر آبادی، حضرت عبدالقادر بدایونی، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ مُحدِّث علی پوری، حضرت سید محمد اشرفی محدث اعظم ہند، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت احمد رضا بریلوی، حضرت انوار اللہ فاروقی حیدآبادی، حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی............) کی سعی جمیلہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔یہی وہ مردانِ حق ہیں جن کے طفیل کفر و شرک کی کالی گھٹائیں کافور ہوگئیں۔ضلالت و گمراہی کے اندھیرے چھٹ گئے۔ظلمت کدہ ہند میں نورِ اسلام کا اُجالا پھیلا۔فضائیں نغمۂ توحید و رسالت سے معمور ہوگئیں اور بتوں کے پجاری خدائے وحدہٗ لاشریک کے حضور سجدہ ریزے ہوگئے۔مگر افسوس کہ آج انہی پاکباز ہستیوں کے آستانوں کی حاضری کو شرک و بدعت قرار دیا جا رہا ہے حالانکہ انہوں نے شرک و بدعت کے قلعے گرائے اور توحید و رسالت کے جھنڈے لہرائے اور انہی کی بدولت ہمیں دین و ایمان کی دولت نصیب ہوئی ہے۔یہ اولیاء کرام کی قائم کردہ خانقاہیں اور آستانے ہی ہیں جہاں سے دُنیا والوں کو توحید کا نور ملا، شریعت کا شعور ملا، سنت کا جامِ ظہور ملا۔خانقاہوں اور آستانوں

سے فیضیاب ہونے والوں نے شرک کی جڑیں اکھاڑیں، کفر کے مراکز ختم کئے، حق کا بول بالا کیا، کفر کا منہ کالا کیا، بت کدوں میں توحید کی شمعیں جلائیں، کلیساؤوں میں اذانیں سنائیں، رسالت کے علَم لہرائے، صداقت کے سکے جمائے، عبادت کے نشے چڑھائے، بطالت کے صنم گرائے۔اسی نظام والوں نے دُنیا کے بت کدوں میں لوگوں کو توحید کا پیغام دیا، وحدت کا جام دیا، اسلام کا نام دیا، دین کا نظام دیا، شریعت کا انعام دیا۔

تصرُّفِ اولیاء

امام اہلسنّت حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ اُن کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد سے تعلیم کے دوران ایک دفعہ درس سے واپسی پر ایک لمبے کوچے سے گزر رہا۔اس وقت میں خوب ذوق میں سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار گنگنا رہا تھا۔

جز یادِ دوست ہرچہ کئی عمر ضائع است
جز سترِ عشق ہرچہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر حق
علمی کہ رہ بحق ننماید جہالت است

اتفاق کی بات چوتھا مصرعہ میرے ذہن سے اُتر گیا۔ہر چند ذہن پر زور دیا لیکن یاد نہ آیا۔اس تار کے ٹوٹنے سے میرے دل میں سخت اضطراب اور بے ذوقی کی کیفیت پیدا ہوئی کہ اچانک ایک فقیر منش، ملیح چہرہ، دراز زلف، پیر مرد نمودار ہوا اور اس نے مجھے لقمہ دیا۔'علمی کہ رہ بحق ننماید جہالت است' میں نے کہا جزاک اللہ خیر الجزاء آپ نے مجھے کتنی پریشانی سے نجات دلائی ہے۔انھوں نے فرمایا میں جلدتر جانا چاہتا ہوں۔یہ کہہ کر انہوں نے قدم اُٹھایا اور کوچہ آخر میں رکھا۔میں نے جان لیا کہ کسی اہل اللہ کی رُوحِ مبارک انسانی شکل میں جلوہ گر ہے میں نے آواز دی کہ اپنے نام سے تو اطلاع دیتے جائیے تا کہ فاتحہ تو پڑھ لیا کروں۔فرمایا، فقیر کو سعدی کہتے ہیں (انفاس العارفین)

عُلوم اولیاء

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے والد شہید شہادت کے بعد کبھی کبھار ظاہری شکل وصورت میں مجسم ہو کر میرے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور حال و استقبال (مستقبل) کی خبریں سنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مخدومی برادر گرامی کی دختر کریمہ بیمار ہوگئی۔ اس کی بیماری نے طول پکڑا۔ انہی ایام میں ایک دن تن تنہا میں اپنے حجرے میں سو رہا تھا کہ اچانک والد شہید تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ کریمہ کو ایک نظر دیکھ لو لیکن اس وقت گھر میں بہت سی دوسری مستورات (عورتیں) آئی ہوئی ہیں، اُن کی موجودگی میں وہاں جانا طبیعت پر گراں گزرتا ہے تم ان مستورات کو ایک طرف کردو تاکہ میں کریمہ کو دیکھ لوں۔ چوں کہ اس وقت ان مستورات کا وہاں سے اُٹھانا خلافِ مصلحت تھا اس لئے میں نے اُن کے اور کریمہ کے درمیان پردہ لٹکا دیا، اس کے بعد وہ اس طرح ظاہر ہوئے کہ کریمہ اور میرے علاوہ انہیں اور کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ کریمہ نے انھیں پہچان لیا اور کہا، عجیب بات ہے لوگ تو ان کو شہید کہتے ہیں حالانکہ یہ زندہ ہیں۔ فرمانے لگے! بیٹی: اس بات کو چھوڑو، تم نے بیماری میں کافی تکلیف برداشت کی ہے ان شاء اللہ کل صبح کی اذان کے وقت تمہیں مکمل نجات مل جائے گی۔ یہ بات فرما کر اُٹھے اور دروازے کے راستے باہر نکلے۔ میں بھی اُن کے پیچھے روانہ ہوا۔ فرمایا، تم ٹھہرو، اور پھر غائب ہو گئے۔ دوسرے روز فجر کی اذان کے وقت کریمہ کی روح پرواز کرگئی اور اس نے ہر قسم کی تکلیف سے نجات حاصل کرلی۔ (انفاس العارفین)

اولیاء آنکھوں سے گناہ دُھلتے دیکھتے ہیں

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جب لوگوں کا آپ وضو دیکھتے تو بعینہٖ اُن گناہوں کہ پہچان لیتے جو دُھل کر پانی کے ساتھ گرتے، اور جُدا جُدا جان لیتے کہ یہ دُھوون گناہ کبیرہ کا ہے یا صغیرہ کا یا خلافِ اَولیٰ کا، بلا تفاوت اسی طرح جیسے اجسام کو کوئی مشاہدہ کرتا ہے۔ ایک مرتبہ کوفہ کی جامع مسجد کے حوض پر تشریف لے گئے، ایک جوان وضو کر رہا تھا، اُس کا پانی جو

ٹپکا، امام نے اُس پر نظر فرمائی اور جوان سے فرمایا: اے میرے بیٹے! ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر، اُس نے فوراً عرض کی، میں اللہ عزّ وجلّ کی جناب میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ ایک اور شخص کا دُھوون دیکھ کر فرمایا: شراب پینے سے اور آلاتِ لہو ولعب سننے سے توبہ کر۔ وہ بھی اسی وقت تائب ہو گیا۔

سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت علی خواص رضی اللہ عنہ گناہوں کے دُھوون جُدا جُدا پہچانتے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ کا یا خلافِ اَولیٰ کا، ایک مرتبہ میں اُن کے ساتھ جامع ازہر کے حوض پر گیا، حضرت نے استنجاء کرنا چاہا مگر دیکھ کر لوٹ آئے۔ میں نے سبب پوچھا، فرمایا: ابھی اس میں کوئی کبیرہ گناہ دُھو گیا ہے اور میں نے اس شخص کو دیکھا تھا جو حضرت سے پہلے یہاں طہارت کر کے جا چکا تھا۔ میں اس کے پیچھے گیا اور اس سے بیان کیا کہ حضرت یوں فرماتے ہیں۔ اس نے کہا، واقعی حضرت نے سچ فرمایا، مجھ سے زنا واقع ہو گیا تھا، پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہو گیا۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ

دل پہ دِلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے
اُن کی سرکار میں کچھ بھی نہیں نیت کے سوا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
ہمارے دین کی حقانیت کے دونوں شاہد ہیں
معین الدین اجمیری محی الدین جیلانی

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَصَلَّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسُنّت پاکستان
کی ایک دلکش کاوش

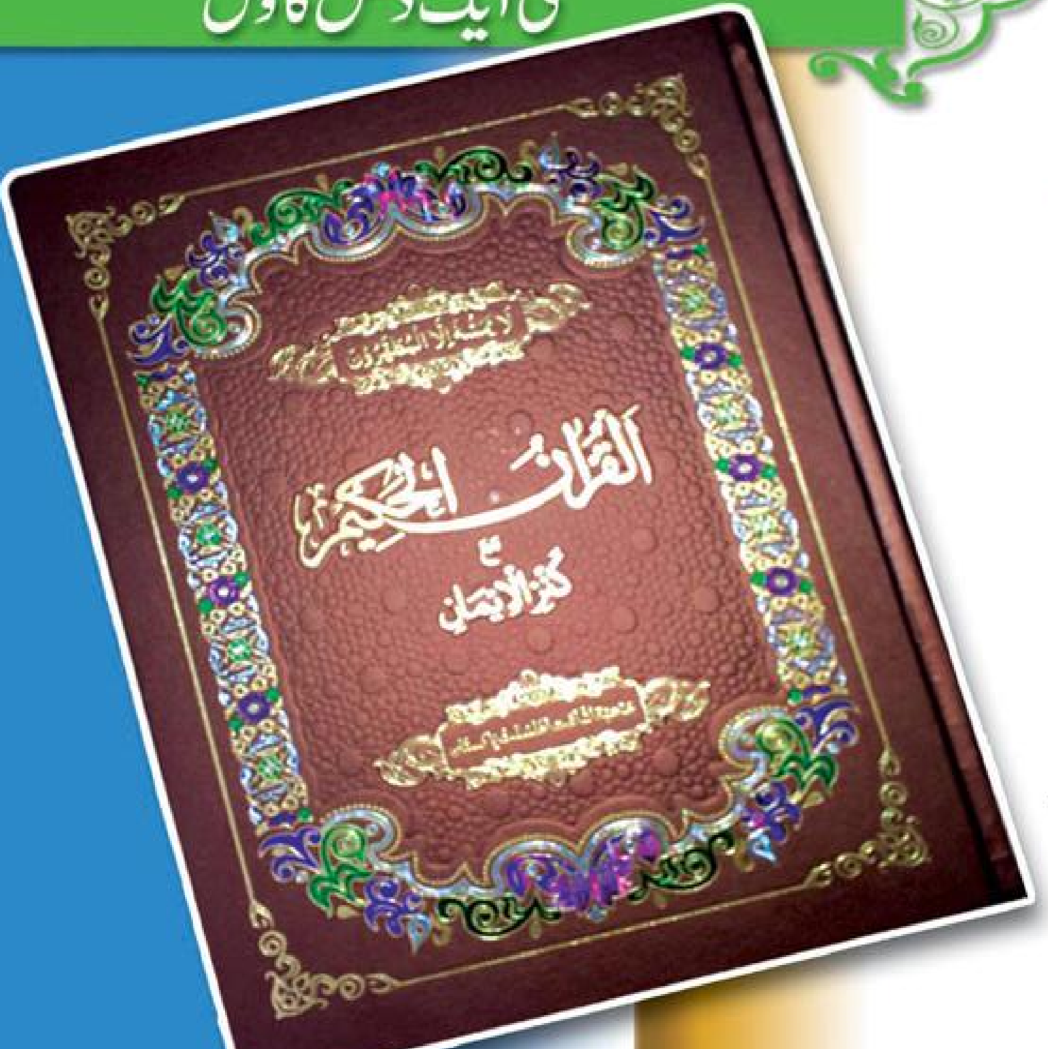

عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن
کنز الایمان

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے